قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

المُرشِد

ماھنامہ

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِى الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

بیشک اللہ اللہ کرنے والا ایک فرد بھی دنیا میں موجود ہوگا تو قیامت نہیں آئے گی

مئی 2010ء

ہم اپنی خواہشات قربان کر سکیں اتباعِ رسالت ﷺ
کے لیے تو اس کیفیت کا نام خلوص ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

بُرائی کی تشہیر

کوئی بھی ناپسندیدہ بات لوگوں کے سامنے نہ کی اور نہ کہی جائے کہ ناپسندیدہ بات کی تشہیر بھی اللہ کو پسند نہیں۔ ہاں اگر کسی پر ظلم وزیادتی کی گئی ہو تو وہ اس کی شکایت کرنے کا حق رکھتا ہے متعلقہ حکام کے روبرو کرے یا معاشرے میں اس کے مظالم بیان کرے کہ لوگ اس کی مدد کر سکیں یا کم از کم خود کو ظالم سے بچانے کی سبیل کریں۔ اور اللہ تو سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے چونکہ بات انسانی معاشرے کے سدھار کی درستی کی ہو رہی ہے قیام امن اور عدل وانصاف کی ہو رہی ہے حقوق وفرائض کی ہو رہی ہے تو اس کی ساری ممکنہ صورتیں سامنے لائی جارہی ہیں کہ باقاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ برائی کی تشہیر نہ کی جائے ورنہ لوگوں میں برائی کرنے کی جرأت پیدا ہوگی ہاں بھلائی اور نیکی کی تشہیر کا اہتمام کیا جانا ضروری ہے کہ دوسروں میں بھی نیک جذبات پیدا ہوں جیسے ہمارے ہاں رسالوں اور ماہناموں کو تو چھوڑیئے ان میں سے تو اکثر بکتے ہی فحش نگاری کے بل بوتے پر ہیں پھر اخبار بھی برائی چھاپتا ہے اور کوئی بڑی سے بڑی نیکی کبھی خبر نہیں بن سکتی محض چند سکے کمانے کی خاطر۔ فرمایا: "معاشرے کی تباہی کا بنیادی سبب ہے اور اللہ کریم کو سخت ناپسند ہے ہاں جس کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ ضرور بدلا لے سکتا ہے مگر صرف اس حد تک جتنی زیادتی اس کے ساتھ ہوئی اگر اس سے بڑھے گا تو پھر یہ ظالم شمار ہوگا۔

اٹھارویں ترمیم اور قرآن وسنت کی بالادستی

مشترکہ مفادات کی بگھی پر سوار اٹھارویں ترمیم خدا خدا کر کے منزل مقصود تک پہنچی ۔اصل مقصد تو آمرانہ طرز حیات کو پھر سے پارلیمانی نظام میں تبدیل کرنا تھا لیکن یہاں بھی یاران تیز گام نے موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا اور پختونخواہ کے متنازعہ مطالبہ کو جس کے پیچھے فکری اور سیاسی اختلافات کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ''خیبر'' سے نتھی کرتے ہوئے منظور کرالیا۔ دوسری طرف فرینڈلی اپوزیشن نے مستقل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے نورا کشتی کا جو مظاہرہ کیا، اس مرتبہ اس کا رنگ قدرے پھیکا رہا۔ اب تمام فریق اپنی اپنی کامیابی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں کہ آمرانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا لیکن کیا اس دستوری ترمیم کے بعد عوامی مسائل اور مطالبوں کی بھی شنوائی ہوگی؟ کیا ایوان عدل کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے دیا جائے گا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کی بازگشت روزافزوں ہے اور اس ضمن میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس بڑھتے ہوئے شور کو دبایا نہ جا سکے گا۔ یہ تحفظات وشکوک تو اپنی جگہ لیکن پیش نظر ایک اور سوال بھی ہے۔

1973ء کے آئین کی بگڑی ہوئی ہیئت کو تو درست کر لیا لیکن کیا اس آئین کی ابتدائی سطور میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا جو اقرار کیا گیا ہے، اس کے آرٹیکل 2-A کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بناتے ہوئے قرآن وسنت کی بالادستی کا جو اعتراف کیا گیا ہے کیا یہ آئین قرآن وسنت کی حقیقی بالادستی کی ضمانت بھی دے رہا ہے؟ کیا فیڈرل شریعت کورٹ کسی بھی قانون کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دینے میں کلی طور پر بااختیار ہے؟ کیا اسلامی نظریاتی کونسل ایک بااختیار ادارہ ہے اور اگر ایسا ہے تو رائج ملکی قوانین کے بارے میں اسکی سفارشات پر اب تک عمل کیوں نہیں کیا گیا؟ ہماری اعلیٰ عدالتیں بعض قوانین کو قرآن و سنت کے منافی قرار دینے کے باوجود دستوری رکاوٹوں کے سامنے اپنی بے بسی کا اعتراف کیوں کرتی ہیں؟ اس لئے کہ ہمارا دستور قرآن وسنت کے تذکرہ کے باوجود اس کی بالادستی کے نفاذ سے قاصر ہے کیونکہ اس میں خود اسی دستور کی بعض دفعات حائل ہیں۔ ان دستوری رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطالبہ سیکولر جماعتوں کے دائرہ کار میں تھا نہ ان سے یہ توقع کی جا سکتی تھی لیکن دینی جماعتوں کو کیا ہوا؟

وہ دینی قائد جو وقت بے وقت دستور کے تناظر کا حوالہ دیا کرتے تھے، قرآن وسنت کی مکمل بالادستی کے لئے کیا وہ کسی دستوری ترمیم کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے؟ جو دینی جماعتیں اور رہنماء دستوری اداروں میں شریک نہ ہونے کے باوجود ملکی سیاست میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں ان کی طرف سے مکمل خاموشی کیوں رہی؟ اطلاعات ہیں کہ دستوری کمیٹی میں ایک معزز ممبر نے اس ضمن میں اپنی سفارشات کا اظہار بھی کیا تھا لیکن اس پر ان کے حامیوں نے سٹینڈ کیوں نہیں لیا؟

یہ نظام شاید یہ سب کچھ سننے، سمجھنے اور ماننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تلاوت قرآن حکیم سے ہر تقریب کا آغاز تو کیا جا سکتا ہے لیکن قرآن وسنت کی بالادستی مزاج شاہانہ پہ ناگوار گزرتی ہے۔ اسی لئے امیر المکرم پیوندکاری کی نہیں، تبدیلی نظام کی بات کرتے ہیں۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاعِ فقیر	آس جزیرہ
دیدہ تر	

آپ کی شاعری کیا ہے؟

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں۔

میں ان کی شاعری کے لیے تنقیدی بات کیا کہوں مجھے وہ صرف شاعر کی حیثیت میں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ تو ذوق وشوق اور جوش وخروش کی بے نیازی ہے جونت نئے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی قرینہ اختیار کرتی رہتی ہے۔ طوفانوں سے آشنائی رکھتے ہوئی دریا میں موجیں بے قابو بھی ہوتی ہیں۔ اکرم صاحب نے علمی وادبی، تخلیقی وتہذیبی، دینی ودنیاوی حوالے سے کسی لہر کو بے مہار نہیں ہونے دیا۔ شاعری آسانی سے اور پوری طرح مغلوب نہیں ہوتی۔ اکرم صاحب کی شاعری سیل وفا کی یلغار نہیں۔ بپھرتے ہوئے پانیوں کو کناروں میں رکھنا کسی بے کنار جذبوں والے آدمی کا کام ہے۔ شاعری میں ضابطے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے یہ پیغمبروں کا شعار نہیں رہا اور شاعری کو شیوۂ پیغمبری بھی کہا گیا ہے۔ اس کے آگے کچھ کہنے کے لیے جس احتیاط کی ضرورت ہے مجھ سے اس کا پورا اہتمام نہیں ہو سکے گا۔ بات کہنے کے لئے احتیاط چاہیے تو سننے کے لیے بھی اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

شاعری جزویست از پیغمبری

اکرم صاحب سے بڑھ کر پیغمبروں والا کام کون کر رہا ہے۔ کاش ہمارا زمانہ انہیں سچی طرح پہچان لے تو زندگی کچھ اور زندگی بن جائے۔

نعت

تھا وہ قاتل اور جفا جوٗ کینہ ور
بند تھا اخلاص کا' الفت کا در
سنگ کیا آہن تھا پہلو میں سجا
ہر طرف تھے عام بس جورو جفا
کفر چھایا تھا جہاں پر چار سو
آب سے ارزاں تھا انساں کا لہو
آپ سورج جس سے نکلا دن نیا
مٹ گئے دنیا سے سب جورو جفا
کفر کی تاریکیاں رخصت ہوئیں
ظلمتیں سارے جہاں سے مٹ گئیں
دل خدا کے نور سے روشن ہوئے
پھر سے گونجے زمزمے توحید کے
عدل پھیلا ہر طرف اسلام کا
سب جہاں سے امن کا چرچا ہوا
آپ نے وہ اوج انساں کو دیا
بندہ طالب بن گیا معبود کا

(بقیہ نعت اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

اقوالِ شیخ

1۔ آدمی کسی فن میں بھی کسی موضوع پر کمال حاصل کر کے اکڑتا ہے اپنی حیثیت کو منوانا چاہتا ہے لیکن یہ علوم معرفت باری سے متعلق جو علوم ہیں یہ اسے عجز و نیاز مندی عطا کرتے ہیں۔ فروتنی عطا کرتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے شکر کے جذبے کو ابھارتے ہیں۔

2۔ نبی کی وراثت کیا ہوتی ہے وہ علوم وہ کمالات جو اللہ کی طرف سے اسے معرفت حق کے لئے یا اثبات نبوت کے لئے عطا ہوتے ہیں وہی نبی کی وراثت ہوتی ہے۔

3۔ مرنا ہوتا ہے، فنا ہو جانا، مٹ جانا اور زندگی ہوتی ہے باقیات صالحات کو پیچھے چھوڑ جانا جہاں سے اٹھ جائے وہاں کوئی ایسا اثر چھوڑ جائے کہ جسے مٹانا زمانے کے لئے آسان نہ ہو۔ ایسے لوگ مرا نہیں کرتے۔ اسی کو زندگی کہتے ہیں۔

4۔ وہ چیز جو متقدمین سے چلی آ رہی ہے وہ نفع دے گی وہ فائدہ دے گی وہ ہدایت کا سبب بنے گی وہ قوت کا سبب بنے گی اور استقامت کا سبب بنے گی جہاں اس میں اپنے کسی فائدہ کی خاطر یا اپنی ذات کی کسی خواہش کی تکمیل کے لئے اس میں کوئی بھی ملاوٹ کرے گا وہ ملاوٹ نہ صرف خود تباہ ہوگی بلکہ اس شخص کو بھی تباہ کر دے گی۔

5۔ دنیا میں کوئی نفس اپنی روزی کھائے بغیر نہیں مرتا، اگر مرنے سے پہلے ایک ایک لقمہ بھی چھوڑ دیں تو آج کتنی غذا جمع ہو چکی ہوتی۔ اور آج تک گزرنے والے انسان اگر ایک ایک لقمہ زائد کھاتے میرے اور آپ کے لئے کچھ نہ بچتا کوئی نہیں دوسرے کا ایک ذرہ بھی کھا سکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہو، جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو جو تمہارا درجہ سب سے بلند کردے اور وہ عمل کرنا سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرمائیے۔ فرمایا: اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے (الحدیث)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

حضرت امیر المکرّم محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا یہ پیغام تنظیم اہلِ سنت جمعیت علماءِ پاکستان کے زیر اہتمام تیسری سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر مورخہ 13 مارچ 2010ء کو پنڈ سلطانی فتح جنگ میں پڑھا گیا۔

تکمیلِ نبوت

ختمِ نبوت ایک بنیادی اسلامی عقیدہ ہے اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا مگر جب جھوٹے مدعیانِ نبوت نے اس میں تاویلیں کر کے عوام کے اذہان میں شبہات کو پیدا کر دیا

اسے سمجھنے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی کو جاننے کی ضرورت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ نبوت ایک عالیشان محل ہے اور جب کوئی اسے دیکھے تو ایک اینٹ کی جگہ خالی نظر آ رہی گی اور دیکھنے والا حیران ہوتا تھا کہ یہ وہ آخری اینٹ ہوں جس نے عمارت کو مکمل کر دیا (مفہوم حدیث شریف) گویا بعثتِ عالی تکمیلِ نبوت ہے اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور نہ وحی نازل ہوگی اور قیامت تک حرف بحرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہوگا

شاہجہان کے مقبرے پہ تھا کہ آپ دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اس
عالیشان محل کی حفاظت کیلئے قدرت قہار نے شاروں کو
شہادت سے سرفراز کر دیا گیا

یہ صرف اس کا احسان ہے کہ قیامت امتیاز خرچ کیا ان
شہداء وقت کا مشن تکمیل فرما دیا ورنہ اس مکمل شدہ
عالیشان محل کو کسی کی نظر لگ گئی تھی

خوش نصیب ہیں وہ مائیں وہ باپ وہ بہنیں وہ بھائی جن
کے پیارے اس پیر صاحب کی مرکب ہے شمار دوروں کیلئے
عہد یا لمحات تک بخش گئی

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان 27.3.10

نسخۂ کیمیا

بیان حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ماہانہ اجتماع 4 اپریل 2010ء بمقام دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد آیت 28)

انسان، جو تخلیق باری کا بہت اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ اس میں اللہ کریم نے ایک دل بھی رکھا ہے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ اور فرمایا (الحزاب آیت 4) ہم نے کسی فرد کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ یعنی ایک ہی دل ہے اور یہ اللہ کی بڑی عجیب نعمت ہے یہ ایک پورا جہان ہے اور بہت وسیع چیز ہے ایک عالم ہے جو ہمارے گرد بستا ہے اس سے ایک بڑا عالم ہے جو ہمارے وجود میں ہے اور اس سے بھی ایک بڑا جہان ہے جو صرف اور صرف دل کے اندر ہے دل بظاہر تو ایک گوشت کا لوتھڑا ہے سائنس کے مطابق یہ ایک پمپنگ سٹیشن ہے جو خون کو صاف کر کے دوسرے اعضاء میں بھیجتا رہتا ہے۔ ایسا عجیب آلہ ہے کہ ماں کے پیٹ سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور آخری سانس تک دھڑکتا رہتا ہے۔ کوئی صدیاں جئے یا برسوں یہ چلتا ہی رہتا ہے اور جب تک یہ چلتا رہتا ہے۔ زندگی چلتی رہتی ہے۔ صحت میں، بیماری میں، ہوش میں، بے ہوشی میں، بیداری میں، نیند میں، سفر میں، حضر میں، دکھ میں، سکھ میں، یہ چلتا ہی رہتا ہے۔ اس دل کے اندر لطیفۂ ربانی ہے جس کے باعث اس کی اتنی عظمت ہے کہ رب کریم نے اپنے انبیاء کرامؑ سے جو کلام فرمایا اس کا نزول قلوب انبیاءؑ پہ ہوا۔ حالانکہ نبیوںؑ کے دماغ بھی ان کی ذوات کی طرح منفرد ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ اس کلام کو روح الامین، جبرئیل الامین لے کر نازل ہوئے۔ عَلٰی قَلْبِکَ (سورہ الشعراء 192) آپ ﷺ کے قلب اطہر پر۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات کائنات میں افضل ترین ہستی ہے آپ ﷺ خیر البشر ﷺ ہیں کوئی دوسرا بشر آپ ﷺ کا ثانی اور آپ ﷺ کی مثال نہیں ہو سکتا۔ امام الانبیاءؑ ہیں جس طرح آپ ﷺ کی ذات بے مثل و بے مثال ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ایک ایک جزو بدن، ایک ایک قطرہ خون مبارک، ایک ایک بال مبارک بے مثل و بے مثال ہے۔ آپ ﷺ کا دماغ عالی بھی کائنات میں منفرد ہے۔ کوئی دوسرا دماغ اس پائے کا اللہ نے تخلیق نہیں فرمایا۔ لیکن اس کے باوجود خطاب الٰہی کا سزاوار قلب اطہر رسول اللہ ﷺ ہے کہ دل ہی میں وہ قوت ہے جو اللہ کے کلام کو حاصل کر سکے۔ میں نے علماء کو بھی سنا جب ان سے یہ سوال

کیا گیا تو فرما رہے تھے۔ قلب سے مراد دماغ ہی ہے بڑے بڑے فاضل جو ٹیلی وژن پر بیان کرتے ہیں اور پاکستانی ہی نہیں غیر ملکی سکالر بھی یہی کہتے ہیں۔ حالانکہ دماغ تو سینے میں نہیں ہوتا قرآن کریم کرتا ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ (سورۃ الحزاب آیت نمبر 4) کسی انسان کے پہلو میں اس کے سینے میں ہم نے دو دل نہیں رکھے۔ دماغ تو سر میں ہوتا ہے تو یہ دماغ کو دل کیسے کہتے ہیں؟ انسان کا مزاج عجیب ہے اپنے آپ کو بہلانے کے لئے باتیں تراشتا رہتا ہے۔ علم دین اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور علماء بڑے ہی خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جن کے سینوں میں قرآن رقم ہوتا ہے۔ جن کے سینوں میں حدیث رسول اللہ ﷺ رقم ہوتی ہے۔ جن کے سینوں میں اوامر و نواہی لکھے ہوتے ہیں۔ جن کی عمریں قال اللہ وقال الرسول ﷺ میں بسر ہو جاتی ہیں بہت خوش نصیب ہوتے ہیں اور قابلِ احترام لوگ ہوتے ہیں لیکن علم دین میں ایک خطرہ بھی ہوتا ہے اور یہ خطرہ تمام علوم ظاہری میں ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی سائینس کا ماہر ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں میرے جیسا سائینس دان کوئی نہیں کوئی ادیب ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی دوسرا لکھ نہیں سکتا۔ کوئی شاعر ہے تو ہر شاعر کے ذہن میں یہ گھسا ہوا ہے کہ میرے جیسا شعر کوئی دُہرا نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ چیز جب علم دین میں آتی ہے تو بہت نقصان کرتی ہے۔ علم دین میں ایک یہ خطرناک موڑ آتا ہے کہ جس بندے کو دین کا علم حاصل ہو جائے وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس سب کچھ ہے۔ حالانکہ ہر شعبے کے افراد الگ ہوتے ہیں آپ بڑی باتوں کو چھوڑ دیں اس مثال سے سمجھیں کہ بھیڑوں کے دو ریوڑ ہیں اور کسی بڑے سے بڑے عالم سے کہیے کہ یہ دو ریوڑ اکٹھے ہیں ان دونوں کو الگ الگ کر دیجیے۔ کوئی نہیں کر سکتا پھر اس ان پڑھ چرواہے کو کہیں تو وہ دونوں الگ الگ کر دے گا کہ یہ بھیڑیں اس کی ہیں اور یہ اس کی اس لئے ہیں کہ وہ ایک ایک بھیڑ کو پہچانتا ہے جب کہ ہمیں سب ایک سی نظر آتی ہیں۔ اب اس میں عالم کا قصور یا کمی نہیں ہے۔ دراصل وہ اس کا شعبہ نہیں ہے۔ گڈریے کا کمال نہیں ہے۔ اس کا شعبہ ہے۔ تو علماء کو بھی یہاں یہ بڑی ٹھوکر لگتی ہے کہ ہم نے بہت پڑھ لیا ہے لہٰذا ہم دل کو بھی جانتے ہیں حالانکہ وہ الگ موضوع ہے۔

مہبط برکات نبوت ﷺ دل ہے دل کو پڑھنے کے لئے کتابوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل کو پڑھنے کے لئے ایک نسبت ایک تعلق چاہیے ہوتا ہے اور اگر وہ بارگاہ رسالت سے استوار ہو جائے تو ساری زندگی کتابیں پڑھنے سے ان علوم کا ایک مصرعہ نصیب نہیں ہوتا ایک جملہ نصیب نہیں ہوتا جو اس نسبت کے طفیل دل کو نصیب ہوتا ہے۔ دل کے اندر ایک وسیع کائنات ہے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

چودہ طبق دلے دے اندر تنبو وانگر تانے ہو
وچے بیڑے، وچے جھیڑے، وچے ونج مہانے ہو
دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہو

یہ ایک الگ جہان ہے اور اس میں بڑی آبادی ہوتی ہے اس میں بہت بڑے وسیع شہر ہیں اپنوں کے شہر۔ بے شمار اپنے اس میں بستے ہیں عزیز و اقارب دوست اور احباب جاننے والے کچھ ایسے لوگوں کے گھر اس میں ہوتے ہیں جن کو ہم نے صرف سن رکھا ہوتا ہے، دیکھے نہیں ہوتے۔ ان کے مکان بھی ہوتے ہیں ان کے گھر بھی ہوتے ہیں اٹھتے بیٹھتے کبھی ان پہ بھی نظر پڑ جاتی ہے کوئی بات کرتا ہے وہ نام لیتا ہے تو ہم کہتے ہیں ہاں! میں بھی جانتا ہوں میں نے انہیں پڑھا ہے بڑی مزے کی بات یہ ہے کہ دشمنوں کا گھر اور دشمنوں کا قیام بھی اسی دل کے اندر ہوتا ہے آپ جس سے جتنی دشمنی ہوتے ہیں اس کا گھر اس میں اتنا بڑا ہوتا ہے۔ وہ بھی آپ کو

کروٹ کروٹ نظر آتا ہے بھولتا نہیں۔ دل میں ہوتا ہے۔ اپنے بیگانے چھوٹے بڑے امیر غریب سب ہی یہاں بستے ہیں یہ بڑی عجیب آبادی ہے اب ایک بندہ ریڑھا چلاتا ہے ایک بندہ گدھا گاڑی چلاتا ہے، یہ مزدوری کررہا ہے ایک بندہ چائے کی پیالی بیچ رہا ہے اس کے دل میں بھی امریکہ کا صدر بیٹھا ہوا ہے بات کریں تو وہ بھی اوبامہ کی کرتا ہے۔ یہ کمال ہے کہ نہ اس نے دیکھا نہ سنا، نہ زندگی میں کبھی ایسے دیکھنا ہے نہ ملنے کی توفیق ہے لیکن اس کے دل میں بھی وہ ہے یہ بہت بڑی آبادی ہے اسمیں اس کے اپنے سورج ہیں اپنی راتیں ہیں۔ اپنے چاند اپنے ستارے ہیں اپنا جہان ہے بہاریں ہیں خزائیں ہیں اس میں خوشیاں بھی ہوتی ہیں یہ ماتم کدہ بھی ہے دکھ سکھ کو سب سے زیادہ یہی محسوس کرتا ہے ساری زندگی کی راہیں یہ متعین کرتا ہے۔

دماغ دل کے ماتحت ہوتا ہے دماغ کا حکم چلتا ہے اعصاب پر اعضاء جوارح پر دل جب حکم دیتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے تو وہ حکم دماغ کو دیتا ہے اعضاء و جوارح کو نہیں۔ دماغ اعضاء و جوارح کو حرکت میں لاتا ہے ہاتھوں کو، پاؤں کو جسم کو کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا۔ دل چاہتا ہے یہ بات کروں، زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے دل کسی سے خفا ہوتا ہے زبان اسے بھلا برا کہنا شروع کر دیتی ہے دل کسی سے خوش ہوتا ہے زبان اسے دعائیں دینے لگتی ہے۔ زبان کے اپنے بس میں نہیں ہے جو حکم آتا ہے اسطرح وہ کرتی ہے۔ دل کے اندر بسنے والے یہ سارے باسی اس کے بس میں نہیں ہیں۔ یہ چاہے، نہ چاہے اس میں بستے ہیں۔ اس میں انسان کا دخل نہیں ہے۔ جتنے لوگوں سے ملتا ہے۔ جتنے لوگوں کو دیکھتا ہے، جن کے بارے میں سنتا ہے سب اس کے دل میں آباد ہو جاتے ہیں۔ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ جب اس میں اتنی آبادی ہوتی ہے تو اس میں بے قراریاں بھی اتنی ہی ہوتی ہیں۔ آبادی کے ہر شخص کی اپنی ایک آرزو، اپنی ایک تمنا، ایک طلب ہوتی ہے ہر کوئی اپنا اپنا راگ الاپتا ہے۔ انسان کبھی اس کی طرف لپکتا ہے کبھی اس کی بات سنتا ہے کبھی دشمن پہ چڑتا ہے کبھی دوستوں پر پیار آتا ہے کبھی کسی کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کبھی کسی کی مدد کرنا چاہتا ہے کسی کو مٹا دینا چاہتا ہے کسی کو اونچا بٹھانا چاہتا ہے اس کی یہ ساری بھاگ دوڑ لگی رہتی ہے اور عمر عزیز ختم ہو جاتی ہے۔

یا اللہ! یہ دل تو آپ نے دیا، یہ بڑا قیمتی تھا اور اس کو اتنی مصیبتیں ڈال دیں کہ اب یہ سنبھالے نہیں سنبھلتا زندگی کے سارے شور شرابے اس کے اندر آ گئے۔ اسے اب کسی کل چین ہی نہیں۔ یہ تڑپتا ہے یہ بھاگتا ہے، یہ دوڑتا ہے اللہ فرماتے ہیں اس بے قراری کا علاج صرف ذکر اللہ ہے۔ بات یہ ہے کہ کسی محفل میں کتنی قسم کے لوگ ہوں، ان کی کتنی قسم کی رائے ہو۔ ان کے کتنی قسم کے لباس ہوں ان کی سوچیں کتنی مختلف ہوں وہ کتنا شور کر رہے ہوں اگر وہاں بادشاہ آ جائے تو سب شور ختم ہو جائے گا سب اس کو دیکھنے لگ جائیں گے سب اسکی طرف متوجہ ہو جائیں گے سب پوری توجہ سے یہ سننا چاہیں گے کہ بادشاہ سلامت کیا ارشاد فرما رہے ہیں سب ہمہ تن گوش ہو جائیں گے۔ فرمایا! اس کی بے قراری کا علاج بھی ایک ہی ہے۔
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد آیت 28)
میری یاد کو اس میں بسا لو۔ سارا شور شرابا ختم ہو جائے گا یہ سب حشرات الارض کی طرح ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان کی اہمیت صرف اس لئے بنی ہوئی ہے کہ کوئی ان سے بڑا درمیان میں نہیں ہے۔ یہ شور کر رہے ہیں یہ تمہیں کبھی اس طرف کھینچ رہے ہیں دوسرا ادھر کھینچ رہا ہے تیسرا ادھر کھینچ رہا ہے چوتھا ادھر کھینچ رہا ہے ہر ایک شور کر رہا ہے لیکن اس کا علاج ہے اسکا علاج یہ ہے کہ اس شہر

میں ایک مسجد بھی بناڈالو۔ یہ سارا شہر تم نے نہیں بنایا تم نے اینٹ پتھر نہیں ڈھوئے تمہاری تو ذرا کسی پہ نظر پڑی وہ دل میں بس گیا کسی کی بات سنی اس کا دل میں گھر بن گیا۔ کسی کو دیکھا، کسی سے ملے، کسی سے تعلق ہوا، کسی سے دوستی، کسی سے دشمنی، کسی سے کاروبار کیا۔ وہ سارے دل میں بستے گئے۔ ازخود ان کے گھر بنتے گئے اب وہ مٹائے نہیں مٹتے۔ تمہارے ذمے یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے اپنی مرضی سے اس میں ایک مسجد بنالو۔ اور اس مسجد کو آباد رکھو۔ کسی لمحے اس میں ذکر الٰہی ختم نہیں ہونا چاہیے اذان کے وقت اذان ہو نماز کے وقت نماز ہو سجدے کے وقت سجدہ ہو تلاوت کے وقت تلاوت ہو لیکن کبھی اس کے دیئے گل نہیں ہونے چاہئیں، اس کی روشنیاں بجھنی نہیں چاہئیں، وہ مسلسل آباد رہے اور اس کی آبادی میری یاد میرے ذکر سے ہے۔ **وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا** (سورۃ المزمل آیت 8) اپنے پروردگار کا ذکر اس طرح کر کہ اس سارے جہاں میں صرف وہ ذکر نظر آئے باقی ہر شے نیچے دب جائے۔ فرمایا! **أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (سورۃ الرعد آیت 28) ''**تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**'' کا مطلب ہے اطمینان ہو، اطمینان کیا ہے؟ قرار آجانا، ہر انسان کی یہ کھینچا تانی ہے کہ اس نے دامن کھینچا، اس نے پکڑا، اس نے شور کیا، وہ کہتا ہے میری بات سنو، وہ کہتا ہے میری سنو یہ شور شرابے ختم ہو جاتے ہیں اور صرف اس حقیقی بادشاہ کی بات ہو رہی ہوتی ہے تو دل کو قرار آجاتا ہے قرار کا مطلب ہے اسے سکون مل جاتا ہے۔ کھینچا تانی ختم ہو جاتی ہے یہ جو قرار وسکون ہے اسی کو خلوص کہتے ہیں یہی مطلوب ہے اللہ کے لئے اس اللہ کے رسول ﷺ کے لئے، اس خلوص کی پہچان عملی زندگی میں ہمارے فیصلوں سے ہوتی ہے۔ ہماری زندگیوں میں یوں ہوتا ہے کہ ایک بندے کے سامنے موقع آتا ہے اب اس میں اسے لاکھوں روپے کروڑوں روپے مل رہے ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اللہ کا نبی کریم ﷺ فرماتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ ایک طرف دنیا کے کروڑوں روپے کی منفعت ہے دوسری طرف ایک تعلق ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ۔ اب بندے کو فیصلہ کرنا ہے کہ یہ تعلق اہم ہے یا یہ دولت اہم ہے؟ اگر اس نے وہ دولت لے لی اور کہا کہ خیر ہے یہ کام تو چلتا رہے گا نماز پڑھ لیں گے خیر ہے۔ تو پتہ چلا کہ اسکے دل میں اہمیت دولت دنیا کی ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نہیں۔ جب بندے نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر دنیا کو اہمیت دی تو اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ اس بندے کو اہمیت دے گا۔ بات بگڑ جاتی ہے اللہ تو محتاج نہیں ہے جو محتاج ہے اس نے اللہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تو محتاج نہیں ہے اسے کیا ضرورت ہے؟ یہی بات نبی کریم ﷺ نے بڑے حسین انداز میں ارشاد فرمائی ''**لایومنو احد کم**'' حضور اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک پر غور فرمائیے۔ مفہوم یہ ہے کہ کلمے پڑھتے ہو، نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو، سجدے کرتے ہو، زکوٰۃ دیتے ہو، صدقات دیتے ہو، حج کرتے ہو لیکن ایک بات سن لو **لایومنوا احد کم** تم میں سے کوئی بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا یعنی نماز روزہ زکوٰۃ حج عبادات تو تب قبول ہوں گی کہ پہلے ایمان ہو۔ ایک بندے میں ایمان ہی نہیں ہے آپ اسے مکہ مکرمہ لے جائیں طواف کراتے رہیں نمازیں پڑھاتے رہیں اٹھاتے بٹھاتے رہیں تو وہ تو کچھ بھی نہیں ہوگا پہلی شرط تو ایمان ہے اب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی ایمان والا نہیں ہو سکتا۔ ''حتیٰ'' ہاں ایک شرط ہے جب تک **اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین**'' (بخاری) جب تک میری ذات محمد رسول اللہ ﷺ سے ماں، باپ، اولاد اپنی جان سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

اور اس محبت کا معیار یہی ہے کہ ایک طرف موقع ہے گناہ کا دوسری طرف ارشاد رسول ﷺ ہے تو بندہ ارشاد نبوی ﷺ کی پرواہ نہیں کرتا۔ ادھر لپک جاتا ہے تو محبت تو نہ رہی۔ شرط تو چلی گئی۔ تو حکم ہے: ہر مسلمان سے حسن ظن رکھو۔ ہم حسن ظن رکھتے بھی ہیں دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ ہر مسلمان کو اپنی بخشش سے نوازے، ہر مسلمان پر رحم فرمائے، ہر مسلمان کو ہدایت دے، لیکن حقائق تو اپنی جگہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا یہی خلوص ہے میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ خلوص کیا ہے؟ اور خلوص کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ یہی حقیقی خلوص ہے کہ آپ کو اللہ سے اللہ کے حبیب ﷺ سے، اللہ کے دین سے کتنی محبت ہے۔ آپ اسے دوسرے امور پر کتنی اہمیت دیتے ہیں۔

اور شیخ تو اس کی ایک بہت چھوٹی سی کڑی ہوتا ہے لیکن بہت قیمتی کڑی ہوتا ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تعلق قائم بھی شیخ کے ساتھ ہوتا ہے۔ شیخ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ٹوٹتا بھی اسی کی وجہ سے ہے۔ رشتہ ہی وہی ہوتا ہے نا۔ ہم تو وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو تو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں دیکھا۔ صحابہ کرامؓ کو بھی نہیں دیکھا کسی کے بتانے سے جانتے ہیں کہ کسی کے سکھانے سے سیکھا۔ کسی کے نسبت بنانے سے تعلق بنا۔ اب اگر وہ نسبت درمیان میں نہیں رہے گی تو آگے کیا رہے گا۔ یہ جو تعلق ہوتا ہے۔ بعض اوقات اپنے ذاتی مفادات آجاتے ہیں خود کو کوئی چیزیں مل رہی ہوتی ہیں اب آدمی اپنا نقصان تو کرلیتا ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ تکلیف اٹھالیتا ہے گناہ نہیں کرتا۔ تو پتہ چلا کہ اس کا خلوص اس پائے کا ہے کہ اپنے مفادات قربان کرسکتا ہے۔ یہی منشاء ہے اس حدیث پاک کا "**حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین**" اس کے والدین سے، اس کی اولاد سے، حتی کہ کائنات کے ہر فرد سے میں اسے عزیز تر نہ ہو جاؤں۔ **او کما قال رسول اللہ ﷺ**۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اللہ کے بہت مقرب بندے، اللہ کے نبی ﷺ کے بڑے محبوب اور علمائے اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاءؑ کے بعد کائنات میں افضل ترین شخصیت افضل ترین فرد پوری کائنات میں پہلی، پچھلی ساری امتوں میں ابوبکر صدیقؓ ہیں اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے جس کا مفہوم ہے کہ "سورج کسی شخص پر طلوع نہیں ہوا جو نبیوںؑ کے بعد ابوبکرؓ سے افضل ہو" انبیاءؑ میں یوسفؑ جو تھے وہ چار پشت سے نبیؑ تھے۔ یوسفؑ نبی، یعقوبؑ نبی، اسحاقؑ نبی، ابراہیم نبی، چار پشت نبوت تھی۔ یوسفؑ کی باپ، دادا، پردادا، یعنی چوتھی پشت میں مسلسل نبوت آرہی تھی۔ ابوبکر صدیقؓ کی چار پشتوں میں صحابیت ہے۔ باپ صحابیٔ رسول ابوبکر صدیقؓ خود صحابیٔ رسول ﷺ، بیٹے صحابیٔ رسول، پوتے صحابیٔ رسول ﷺ، چار پشت صحبت رسول ﷺ۔ بدر کے موقع پر حضرت عبدالرحمانؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اہل مکہ کی طرف سے لڑنے آئے۔ پھر اس کے بعد مشرف با اسلام ہوگئے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ والد گرامی کے ساتھ ہی رہے ایک دن بیٹھے تھے تو بات چل نکلی۔ بدر کی کوئی بات ہوئی تو عرض کرنے لگے ابوجی! بدر کے روز آپ میری زد میں آگئے تھے لیکن میں خوش نصیب تھا کہ آپ کی شفقت پدری میری نگاہوں میں پھر گئی اور میں نے وار نہیں کیا۔ وہ فرمانے لگے تم خوش نصیب اس لئے بھی ہو کہ تم میری زد میں نہیں آئے۔ اگر تم میری زد میں آتے میں تمہارے پرخچے اڑا دیتا۔ تو عرض کیا کہ آپ کو میرا بیٹا ہونے پہ شفقت نہ آتی؟ فرمایا! محمد رسول ﷺ کے مقابلے میں بیٹا کیا ہوتا ہے؟ رسول ﷺ کے مقابلے میں بیٹے کی اور باپ کی کیا حیثیت ہوتی ہے؟ تم اس لئے بھی خوش نصیب ہو کہ

میری زد پہ نہیں آئے اگر میری زد میں آتے تو میں تمہارے پرخچے اڑادیئے ہوتے۔تو جب محبتیں نچھاور کرنی پڑیں تو پتہ چلتا ہے کہ محبت رسول ﷺ افضل ہے اور میرے دل میں الحمدللہ موجود ہے کہ اپنی محبتیں نچھاور کرسکتا ہوں۔اسی کا نام خلوص ہے۔خلوص کوئی جنس نہیں ہے کہ آپ کو دکھائی جاسکے۔کوئی ٹھوس مائع چیز نہیں ہے ایک کیفیت ہے ایک ایسی کیفیت کہ ماں اپنے چھوٹے بچے کے لئے کتنی مخلص ہوتی ہے کہ اپنی نیندیں قربان کرتی ہے اسے سلانے کے لئے ،اپنا کھانا پینا قربان کرتی ہے اس کی صحت کے لئے بچہ چھوٹا ہے یہ چیز کھاؤں گی تو وہ بیمار ہوجائے گا اپنا آرام چھوڑتی ہے۔اسے آرام دینے کے لئے۔یہ اس ماں کا اس ننھی سی جان کے ساتھ خلوص ہے جو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر اس میں سمودیا ہے۔یہ نہ ہوتا تو بچے پلتے کیسے؟ اس کے باوجود اس کی عظمت قرآن نے بیان کی ہے کہ اتنی قربانی دیتی ہے تمہیں اس کے لئے قربانی دینی چاہیے۔تو جس نے صرف دنیا میں وجود کو پہنچنے کے لئے محنت کی اس کی اتنی عظمت ہے تو جو دو عالم میں وجود کو سرفراز کرے، اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا؟ اب اگر وہ کیفیت ہم میں آجائے کہ ہم اپنا آرام چھوڑ سکیں، اتباع دین کے لئے، اپنی دولت چھوڑ سکیں، اتباع رسالت ﷺ کے لئے، ہم اپنی خواہشات قربان کرسکیں اتباع رسالت ﷺ کے لئے تو اس کیفیت کا نام خلوص ہے اور اسکے حصول کا طریقہ کثرت ذکر الٰہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔کہ ہر چیز کو زنگ لگتا ہے دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔اور ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لئے کوئی نہ کوئی علاج ہوتا ہے۔فرمایا "**لکل شئی صقاله وصقالة القلوب ذکر الله**" ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے وہ اسے لگائی جائے تو اس کا زنگ اتر جاتا ہے صاف ہوجاتی ہے "**وصقالة القلوب ذکر الله او کما قال رسول الله** ﷺ" دلوں کا زنگ اتارنے کی دوا ایک ہی ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے۔ذکر الٰہی دل کی دوا بھی ہے، غذا بھی ہے، حیات بھی ہے۔

جب آدمی سمندر میں یا دریا میں اترتا ہے تو دریا میں بھنور بھی ہوتے ہیں بعض اوقات لہریں اسے اچھال کر کنارے پر پہنچا دیتی ہیں بعض اوقات بھنور کھینچ لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کا نشان ہی نہیں ملتا، ایسا ڈوبتا ہے نظر نہیں آتا۔اس راستے میں بھی دو بھنور بہت خطرناک ہیں بے حد خطرناک ہیں ایک تو لوگوں سے حصول زر کی امید پیدا ہوجاتی ہے کہ ہر آنے والا مجھے کچھ دے۔یہ بڑا خطرناک ہے آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے تب اس کی امید مخلوق سے وابستہ ہوتی ہے امیدوں کا محیط تو اللہ کی ذات ہے مرکز تو اللہ کی ذات ہے امیدیں اس سے لگانی چاہییں، اگر لوگوں سے لگ گئیں کون آیا میرے لئے کیا لایا کون آیا اس نے مجھے کیا دیا؟ تو بات تو گئی ختم ہوگئی پھر حشر میں اپنا اجر بھی مخلوق سے تلاش کرے۔جس سے امیدیں ہیں اسی کے پاس جائے دوسرا خطرہ یہ ہے کہ بندہ اپنی اہمیت میں مبتلا ہوجاتا ہے میں کوئی بہت بڑی ہستی بن گیا ہوں حالانکہ جتنے کمالات اللہ کریم عطا کردیں تو یہ اس کی عطا ہے بندہ تو وہی ہے جو تھا۔مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم

ایک زمانے میں یہ صابن وغیرہ نہیں ہوتے تھے ایک خاص قسم کی مٹی ہوتی تھی لوگ اس سے بھی دھوتے تھے۔بال بھی دھوتے تھے جسم بھی، جو اس میں چکناہٹ ہوتی تھی۔میرے پاس رکھی ہے تھوڑی سی نمونے کے طور پر یہاں ہمارے پہاڑوں میں بھی ملتی تھی۔اور ہم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو وہی مٹی لاتے تھے اور اسی سے غسل

کرتے تھے تو مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اس مٹی کی ٹکیاں بنا کر اسے خوشبوئیں لگا کر حمام میں غسل خانوں میں رکھی جاتی تھیں تو وہ کہنے لگے۔

گل خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم

حمام میں میرے ایک دوست نے مجھے وہ نہانے کی مٹی دی تو وہ بڑی خوشبودار تھی تو میں اس کی خوشبو سے بڑا حیران ہوا۔

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

تو میں نے اس مٹی سے کہا کہ تو مشک ہے کستوری ہے یا عنبر ملا ہوا ہے تجھ میں کہ تیری خوشبو نے تو مجھے مست کر دیا، بڑی خوشبو ہے تجھ میں تو کیا تو عنبر یا مشک ہے؟ تو تو مٹی نظر نہیں آتی

بہ گفتا من گلِ ناچیز بودم

اس نے کہا میں ایک بے مصرف سی ناچیز سی مٹی ہوں اور مٹی ہی تھی۔

ولیکن مدتِ باگل نشستم

لیکن مجھے کچھ عرصے کے لئے انہوں نے پھولوں میں رکھ دیا۔

بہ گفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدت باگل نشستم

میں تو مٹی تھی اور مٹی ہی ہوں مجھے انہوں نے اٹھا کر پھولوں میں رکھ دیا۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد

یہ جو خوشبوئیں تمہیں آ رہی ہیں یہ ہم نشین کے اس پھول کی خوشبو ہے میں تو کچھ عرصہ اس پھول کے پاس بیٹھی رہی۔

وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو پہلے دن مٹی تھی یہ خوشبو آپ کو آ رہی ہے یہ اس پھول کی صحبت ہے کہ مجھے کچھ دن پھولوں میں رکھ دیا گیا وہ خوشبو مجھ میں بھی رچ بس گئی۔ تو بندہ وہی مشتِ غبار ہے اس کا کوئی کمال نہیں ہے اللہ نے اسے اگر کسی صاحب کمال کی صحبت میں پہنچا دیا اور کوئی رنگ اس پر بھی آ گیا تو وہ اسکا کمال نہیں یہ اللہ کی دین ہے اسے اپنی حیثیت یاد رکھنی چاہیے

"وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم"

میں تو وہی مٹی ہوں جو ہے بھی مٹی تھی یہ جو آپ کو خوشبو آ رہی ہے یہ مجھے کچھ دیر کے لئے پھولوں کی صحبت مل گئی، یہ ان پھولوں کی خوشبو ہے میرا تو کچھ نہیں۔ تو بندے کو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی کمال ہے بھی تو میرا تو کوئی نہیں، میں تو قابل نہیں، میں تو صاحب کامل نہیں۔ تو یہ احساس نیاز مندی پیدا کرتا ہے اور پھر جب یہ خیال ہو کہ میں بڑا صاحب کمال اور کامل ہو گیا ہوں تو پھر بات نہیں بنتی۔ یہ دو بڑے خطرناک مقامات ہیں اس راہ کے۔ ایک بات اور، اور آخری بات آپ کو بتا دوں پھر بس کرتے ہیں یہ جو خلوص پیدا ہوتا ہے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں جو اہمیت متعین کرتا ہے کہ کون سی چیز اہم ہے۔ کیا کرنا چاہیے۔ فیصلے کرتا ہے۔ اس خلوص کی مثال ایک برتن کی ہوتی ہے آدمی لے کر آبشار کے نیچے کھڑا ہو جاتا ہے دریا کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور گردن گردن ڈوب جاتا ہے پیالہ بھی ڈوب جاتا ہے پورا دریا اس پر سے گزر جاتا ہے لیکن جب دریا سے نکلے گا اسکے ہاتھ میں وہ پیالہ ہوگا جتنا پیالہ ہے پانی اتنا ہی ہوگا باہر جائے گا تو وہی پیالہ اور وہی پانی اس کے ساتھ جائے گا یہ بڑی عجیب بات ہے ہم نے لوگوں کو دیکھا ان کے بڑے بڑے مراقبات تھے موت آئی دریا سے کھلے میدان میں کھڑے ہوئے تو بڑی تھوڑی بات نظر آئی۔ یہ کیا ہوا بھئی! پیالہ ہی اتنا تھا دریا میں کھڑے رہے تو خوش رہے کہ دریا گزر رہا ہے جب باہر نکلے تو پھر دیکھا اپنا پیالہ ہی

ہاتھ میں تھا بعض اوقات ایسا ہوتا اس لئے کہ یہ انعکاسی عمل ہے ہم شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہیں تو گویا دریا میں ہوتے ہیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت نصیب ہوتی تھی تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ صوفیاء کرام میں مقامات تصوف میں تبع تابعین کے بعد پوری امت میں وہ مقامات کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ جو حضرت استاد المکرم کو نصیب ہوئے یہ محض میری خوش عقیدگی نہیں ہے یہ ایک حقیقت ہے تو بھی وہ تو ایک سمندر تھا تو ہم بھی اس میں غوطہ زن تھے تو ہم سمجھتے تھے ہمارے پاس بھی سمندر ہے لیکن موت تو کنارے پر کھڑا کر دیتی ہے موت آتی ہے باہر نکلے تو پاس کیا ہوگا جتنا برتن ہے پیالہ ہے یا بہت بڑا کوئی برتن ہے جتنا ہے وہ بھرا ہوا ہوگا تو یہ خلوص ہی وہ برتن ہے کہ جب آدمی دریا سے نکلے تو اس کے پاس کتنا پانی ہو جتنا برتن اس کے ہاتھ میں ہے اور پھر دریا میں کھڑے کھڑے بعض اوقات برتن الٹ جاتے ہیں یا ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں، جو اپنی بڑائی میں گرفتار ہو گیا اسے برتن کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو ویسے ہی مارا گیا میں تو انکی بات کر رہا ہوں جو سلامتی سے پار اترتے ہیں جو تاریک راہوں میں مارے گئے میں ان کی بات نہیں کر رہا انکی تباہی کا سبب بھی یا دنیا کے حصول کا لالچ ہوتا ہے یا اپنی بڑائی کا زعم اور یہ ان کا اپنا قصور ہوتا ہے میں ان کی بات کر رہا ہوں جو سلامتی سے پار اترتے ہیں جب دریا سے باہر نکلتے ہیں تو جتنا خلوص ہوتا ہے اتنے مراقبات بھی ہوتے ہیں جتنا برتن ہاتھ میں ہوتا ہے اتنا اس میں پانی بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک اہم سوال کسی ساتھی نے پوچھا تھا کہ زندگی میں جن لوگوں کو ہم نے بڑے اعلیٰ مراقبات میں دیکھا تو پس مرگ ان کے مراقبات وہ نہیں تھے۔ بہت کم تھے یہ بھی تشنہ جواب تھا میں عموماً ان کی باتوں پہ بات نہیں کرتا۔ کسی ساتھی نے پوچھا تھا تو چلو آج بات آ گئی تو اس تک بھی پہنچ جائے گی یہ موت دریا سے پار اترنے والی بات ہے اب دریا میں تھا تو اس کے اوپر پورا دریا گزر رہا تھا آپ کو بھی نظر آ رہا تھا کہ اس شخص کے دامن میں تو دریا ہے پار اترے گا تو جتنا دامن ہے اتنا ہی پانی ہوگا جتنا برتن ہے اتنا ہی پانی ہوگا تو موت تو دریا کے پار اترنے والی بات ہے نا۔ تو یہ دم غنیمت ہے جتنا ہو سکے اللہ کا ذکر کرو یہی ذکر الٰہی خلوص پیدا کرتا ہے۔ خلوص ایک کیفیت ہے جو کاموں اور چیزوں کی اہمیت کا تعین کرتی ہے اگر خلوص ہے تو اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات زیادہ ہوگی دنیاوی لذت وفوائد کی اہمیت کم ہو جائے گی خلوص کم ہو جائے گا تو دنیا کی اہمیت بڑھ جائے گی آخرت کی اہمیت کم ہو جائے گی ہم دوسروں کو ناپتے رہتے ہیں ہر ایک نے جواب اللہ کو دینا ہے دوسروں کو نہیں۔ اپنے آپ کو ناپو۔ اپنا محاسبہ کرو۔ اپنے آپ کو دیکھو۔

دعا ہے اللہ سب کو بہترین توفیق عمل دے۔ اور بہترین خلوص عطا فرمائے۔ دل زندہ عطا کر دے تو موت کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ آخرت ہمارا گھر ہے ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ ہم ایک ایک سانس میں اپنے گھر میں یا پھول اُگا رہے ہیں یا کانٹے بو رہے ہیں۔ ہر ایک کو اپنا کیا سامنے نظر آئے گا۔ اپنا کیا بھگتنا پڑے گا۔ ہمیں آخرت کو جانا ہے وہ ہمارا گھر ہے گھر جانا ہے۔ جو کچھ ہم بھیج رہے ہیں گھر میں وہی موجود ہوگا۔ اگر ہم یہاں جرائم کر رہے ہیں گھر جائیں گے تو آگے پولیس ہی بیٹھی ہوگی اور اگر دولت کما کر بھیج رہے ہیں تو گھر جائیں گے تو وہاں دولت کی ریل پیل ہوگی آرام و آسائش ہوگی۔ اپنا اپنا کردار ہے اللہ سے توفیق عمل مانگیں اور ہر درد کی دوا، سب سے اعلیٰ دعا، سب سے اچھا کام اللہ کا ذکر ہے جسے بندہ کبھی چھوٹنے نہ دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آں امین الناس بر مولائے ما
ہمت او کشت ملت را چو ابر

آں کلیم اول سینائے ما
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر (اقبال)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب

رازدار نبوت سرخیل عاشقاں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال جمادی الثانی 13 ہجری کے آخری عشرے میں ہوا۔ اس مناسبت سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کی سیرت طیبہ کے اوپر تحریر کردہ ایک باب پیش خدمت ہے۔

1۔ نام: آپ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا (معجم الکبیر نمبر 5)

عن عبداللہ بن زبیر قال کان اسم ابی بکر عبداللہ بن عثمان۔

عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔

2۔ **نسب**: عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (معجم الکبیر؛ طبرانی، ریاض النضرہ اور عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق)

والدہ کا نسب نامہ:

ام الخیر سلمیٰ صخر بن عامر بن عمرو بن کعب الخ اور ام الخیر کی والدہ یعنی صدیقؓ اکبر کی نانی امیمہ بنت عبید بن ناقر قبیلہ خزاعہ سے تھی۔ اور آپ کی دادی کا نسب امینہ بنت عبدالعزیٰ بن خرشاں بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب۔

3۔ **لقب**: آپ کے لقب دو ہیں عتیق اور صدیق (ا) معجم الکبیر نمبر 5)

عن عبداللہ بن زبیر قال کان اسم ابی بکر عبداللہ بن عثمان فسماہ رسول اللہ ﷺ عتیق من النار (یعنی آگ سے آزاد) کہا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا لقب عتیق آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے رکھا گیا" (ب) معجم الکبیر 16;1

عن حکیم بن سعد قال سمعت علیاؓ یحلفؓ انزل اسم ابی بکر من السماء الصدیق۔

حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابوبکرؓ کا نام "صدیقؓ" آسمان سے نازل ہوا ہے"۔ (ج) ایضاً

عن عکرمۃ قال اخبرتنی ام ھانی قالت قال رسول اللہ ﷺ لما اسری بہ انی ارید ان اخرج الی قریش فاخبرھم فکذبوہ فصدق ابوبکر فسمی یومئذ الصدیق۔

"حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں مجھے ام ہانیؓ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی (شب معراج) میں نے ارادہ کیا کہ واپس جا کر قریش کو خبر دوں جب انہیں خبر سنائی تو سب نے تکذیب کی صرف ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔ اسی روز سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

4۔ **پیدائش**:

(ا) ریاض النضرہ۔ محب طبری

ان ابا بکر و عمر خلقا من طینۃ واحدۃ عن ابی ذر قال قال

رسول الله ﷺ خلق ابوبکر و عمر من طینة واحدة۔

''حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں'' (ب) ریاض النضرہ۔

انهم خلفائے اربعه و رسول الله ﷺ خلقوا من عصارة تفاحة من الجنة

''یعنی نبی کریم ﷺ اور خلفاء اربعہؓ جنت کے سیب کے عصارہ سے پیدا ہوئے ہیں''۔

قانون مسلم یہ ہے کہ جس جگہ کی مٹی سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے اس مٹی میں اسی جگہ جا کر دفن ہوتا ہے۔ سید سمہودی نے وفاء الوفا میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور شیخین کی پیدائش بیت اللہ کی مٹی سے ہوئی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مدفن مدینہ طیبہ جا کر کیسے بنے۔ سید سمہودی نے خود ہی جواب دیا ہے کہ طوفان نوح میں یہ مٹی بہہ کر وہاں جا گزیں ہوئی جہاں اب روضۂ اطہر ہے اور جو زندگی میں حضرت عائشہؓ کا مکان اور مسکن تھا۔

(ج) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

ان ابابکر ولد بعد مولد النبی ﷺ سنیتن واشهر فانه مات وله ثلاثةٌ و ستون سنة (البدایه والنهایه)

''صدیق اکبرؓ کی ولادت نبی کریم ﷺ کی ولادت سے 2 سال اور کچھ مہینے بعد ہوئی اور 63 برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

5۔ صدیق اکبرؓ کا ایمان لانا:

(ا) بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کی باہم رفاقت اور دوستی تھی۔ علامہ دمشقی نے موفقات میں اور کتاب اربعین طوال میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ان ابا بکرؓ صحب رسول الله ﷺ واھو ابن شحان عشرَ سَنة فی تجارة الی الشام دکان لایفارقه فی اسفاره ولا فی حضره فرأی من الایات ماسبق بها الیقین فی قلبه فلما بعث ﷺ امن به وصدقه

''ابوبکرؓ 16 سال کے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی دوستی اور صحبت اختیار کی جب آپ نے شام کے علاقہ میں تجارتی سفر اختیار کیا اور ابوبکر صدیقؓ، حضور اکرم ﷺ سے کئی نشانیاں (معجزات) دیکھے جن سے صدیقؓ کے دل میں یقین نے سبقت کی اور حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے ابوبکرؓ فوراً ایمان لے آئے (ب) کتاب النضرہ 1:95 میں ہے صدیقؓ کا ایمان بذریعہ وحی تھا۔

عن ربیعه بن کعب قال کان اسلامه ابی بکر سید وحی کان سببهٔ وحی من السماؤ ذلك انه کان تاجرا بالشام فرأی رویا فقصها علی بحیراء الراهب فقال له من این انت قال من مکة قال من ایها قال من قریش فائ شئی انت قال تاجر قال صدق الله رویاك فانهٔ یبعث نبی من قومك فتکون وزیره فی حیاته وخلیفة بعد موته فاسر ابوبکر حتی بعث النبی فجاء ه ابوبکر فقال یامحمد ماالدلیل علی ماتدعی قال الرویا التی رایت بالشام فعانقه فقبله مابین عینیه فقال اشهد انك رسول الله

''ربیعہ بن کعب کہتا ہے کہ ابوبکرؓ کے ایمان لانے کا سبب وحی آسمانی ہے تفصیل یہ ہے کہ ابوبکرؓ تاجر تھے تجارتی سفر پر شام گئے ایک خواب میں دیکھا اور بحیرا راہب سے بیان کیا اس نے سوال کیا کہاں کے رہنے والے ہو؟ صدیقؓ نے جواب دیا کہ مکہ کا۔ کہا کس قبیلہ سے ہو؟ کہا قریش سے۔ پھر پوچھا کیا کام کرتے ہو۔ جواب دیا تاجر ہوں۔ کہنے لگا اللہ نے آپ کو سچا خواب دکھایا ہے۔ آپ کی قوم میں ایک نبی مبعوث ہوگا آپ اس پر ایمان لا کر اس کی زندگی میں اس کے وزیر ہوں گے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔ آپ نے اس خواب کو پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو ابوبکرؓ آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے

دعویٰ نبوت کی دلیل کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا دلیل وہ ہے جو تو نے ملک شام میں خواب دیکھا تھا۔ یہ سن کر ابوبکرؓ حضور اکرم ﷺ سے بغل گیر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خواب کہ تعبیر سن کر حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق تو صدیق اکبرؓ کے دل میں ہوگئی تفصیلی ایمان اس وقت لائے جب حضور اکرم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ظاہر ہے کہ بعثت سے پہلے حضور اکرم ﷺ پر تفصیلی ایمان لانے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ اجمالی ایمان تو ابوبکر صدیقؓ قبل بعثت ہی لا چکے تھے۔

اس مضمون کی ایک روایت شیعہ عالم علامہ باذل ایرانی نے بھی بیان کی ہے۔

ابابکر ازاں پس براہ پاگذاشت
کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
باؤ کاہنے دادہ بود ایں خبر
کہ مبعوث گردو یکے نام ور
زبطحا زمین در ہمیں چندگاہ
بود خاتم انبیاء از الہٰ
برخاتم انبیاء بگردی
چواو بگذرد جانشین شوی
زکاہن چو بودش بیاد ایں نوید
بیاورد ایماں نشانے چودید
ازاں پس بتدریج چندے دگر
بنی رالبفرماں نہادند سر

خلاصہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے ایمان لا کر باقی لوگوں کے لئے اسلام کا دروازہ کھول دیا۔

(ج) ریاض النضرہ 99:1

عن ابن عباس ان ابا بکر صحب النبی ﷺ وھو ابن ثمان عشرہ سنة وھم یریدون الشام فی تجارة حتیٰ نزلوا منزلا فیه سدرة تنزل رسول الله ﷺ فی ظلھا ومضی ابوبکر الی راھب یقال له بحیرا یسئاله عن الدین فقال من الرجل الذی فی ظل السدرة فقال ذلك محمد بن عبدالله قال والله ھذا نبی الله مااستظل تحتھا احد بعد عیسی ابن مریم الامحمد ﷺ فوقع فی قلب ابی بکر الیقین ھذا التفسیر قول میمون بن مھران وھوا نه باسلام ابی بکر ماوقع فی قلبه من الیقین۔

''ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر کی دوستی نبی کریم ﷺ سے اس وقت سے شروع ہوئی جب ان کی عمر 16 سال تھی اور انہوں نے شام کے تجارتی سفر کا ارادہ کیا دوران سفر ایک جگہ ایک بیری کے درخت کے سائے میں نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ بحیرا راہب کے ہاں چلے گئے تاکہ اس سے کوئی دین کی باتیں پوچھیں۔ راہب نے پوچھا اس درخت کے نیچے کون بیٹھا ہے صدیقؓ نے فرمایا محمد بن عبداللہ ہیں۔ راہب کہنے لگا اللہ کی قسم اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰؑ کے بعد کوئی نہیں بیٹھا لہذا محمد ﷺ بن عبداللہ، اللہ کا نبی ہے یہ بات سنتے ہی ابوبکر ﷺ کو یقین ہوگیا کہ واقعی یہ نبی ہیں یہ واقعہ میمون بن مہران کے قول کی تفسیر کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ میمون نے اسلام لانے سے مراد یہ لی ہے کہ ابوبکرؓ کے دل میں یقین ہوگیا تھا یعنی ایمان اجمالی لا چکے تھے''۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ شروع ہی سے دین حق کے متلاشی تھے اسی بنا پر دین کی واقفیت حاصل کرنے کے لئے بحیرا راہب کے پاس گئے جس سے ظاہر ہے کہ ابوبکرؓ سے سابقہ انبیاءؑ اور

سابقہ کتب کی تکذیب بھی ثابت نہیں۔ واقعی صدیق کا لقب اسی کو زیب دیتا ہے جس سے سابقہ انبیاء کی تکذیب بھی نہ ہوئی ہو۔

(د) صدیق اکبرؓ کے متلاشی حق ہونے کا اظہار ایک اور موقع پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو قریش ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے اور فرمایا

یاابو بکر ان صاحبك هذا قدجن قال ابوبكر ماشانه

''اے ابوبکرؓ تیرے دوست کو تو جنون ہو گیا ہے آپ نے پوچھا وہ کیسے؟''۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کا خلاصہ سنایا تو ابوبکرؓ سیدھے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کیا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ کیا آپ توحید کی دعوت دیتے ہیں تو جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

نعم یاابو بکر ان ربی عزوجل جعلنی بشیرا ونذیرا وجعلنی دعوة ابراهیم و ارسلنی الی الناس جمیعا قال له ابوبکر والله ماجریت علیك كذباً انك لخلیق بالرسالة لعظم امانتك وصلتك لرحمك وحسن فعالك مدیرك دانا ایایعك محمد رسول الله ﷺ مَدَيَدَهٗ فبایعه ابوبكر واقرآن ماجاء به الحق فوالله ما تلمثتم ابوبكر حین دعاهٗ النبی ﷺ الی الاسلام قال ابن اسحاق كان رسول الله ﷺ فیما بلغنی یقول مادعوة احدا الی الاسلام الا كانت منه كبراة ونظر وتردد الاماكان من ابی بكر بن قحافه ماعكم منه حین ذكرته له وما تردد فیه۔

''یہ درست ہے اے ابوبکرؓ میرے رب نے مجھے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پوری مخلوق کی طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ صدیق کہنے لگے اللہ کی قسم میرا تجربہ شاہد ہے کہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ صادر نہیں ہوا، لہٰذا آپ رسالت کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ بڑے امین ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں آپ کے تمام افعال عمدہ ہیں ہاتھ بڑھائیں میں بیعت کرتا ہوں تو حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ بڑھایا صدیقؓ نے بیعت کی اور رسالت کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ جو کچھ حضور اکرم ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں حق ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ابوبکرؓ نے دعوت اسلام قبول کرنے میں ذرا دیر نہ کی۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ مجھ تک جو بات پہنچی وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے جس آدمی کو اسلام کی دعوت دی اس نے تامل، تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا سوائے ابوبکر کے کہ ان سے نہ تاخیر ہوئی نہ انتظار، نہ تردد بلکہ دعوت سنتے ہی فوراً ایمان لے آیا''۔

(ر) حضور اکرم ﷺ کے پاس پہلی مرتبہ جب جبرائیل امینؑ آئے اور وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ اس عجیب واقعہ کی وجہ سے متحیر تھے۔ ان حالات میں صدیق اکبر حضور اکرم ﷺ کے ہاں تشریف لائے۔

فلما دخل ابوبكر ولیس رسول الله ثم ذكرت خدیجة له حدیثه وقالت یاعتیق اذهب مع محمد الی ورقه فلما دخل رسول الله ﷺ اخذا بوبكر بیده فقال انطلق بناالی ورقة فقال من اخبرك قال خدیجه فانطلقا الیه فقصّها علیه۔

''ابوبکر صدیقؓ حضرت خدیجہؓ کے ہاں آئے نبی کریم ﷺ وہاں موجود نہ تھے حضرت خدیجہ نے نبی کریم ﷺ کے تازہ حالات بیان فرمائے اور صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جاؤ جب رسول کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا کہ میرے ساتھ ورقہ کے پاس چلیں حضور اکرم ﷺ نے پوچھا ابوبکر! تمہیں میرے حال کا علم کیسے ہوا؟ عرض کیا مجھے حضرت خدیجہؓ نے بتایا ہے۔ پھر دونوں ورقہ کے پاس

گئے اور حالات بیان فرمائے۔

6۔ابوبکر صدیقؓ اوّل المسلمین:

گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دوستی حضور اکرم ﷺ سے اس وقت شروع ہوئی جب صدیق اکبرؓ کی عمر 16 سال تھی۔ اسی حساب سے حضور اکرم ﷺ کی عمر 18 سال تھی اور 40 سال کی عمر میں نبوت کے منصب پر فائز ہوئے یعنی حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے 22 سال قبل دونوں کی رفاقت اور دوستی رہی۔

دوسری بات یہ بیان ہو چکی ہے کہ صدیق اکبرؓ کو جب بحیرا راہب نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر دی اور صدیق اکبرؓ کے خواب کی تعبیر بتائی تو آپ دل سے اسی وقت ایمان لا چکے تھے۔ تفصیلی ایمان کا موقع تو اسی وقت آیا جب حضور اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے صدیق اکبرؓ ہی ہیں۔ مگر اس کے علاوہ چند علماء اور مورخین کے شواہد بھی پیش کر دینا مناسب ہے۔

(ا) البدایہ والنھایہ 26:3

اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبکر الصدیق واسلام کان انفع من اسلام من تقدم ذکرھم اذکان صدرا معظما ورئیساً فی قریش مکرماو صاحب مال وداعیاً الی الاسلام وکان محبا متالقایبذ المال فی طاعة الله و رسولهٗ

"آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ اسلام لائے دین کے لئے ان کا ایمان لانا باقی سب صحابہؓ کے مقابلے میں زیادہ نفع آور ثابت ہوا کیونکہ صدیق اکبرؓ رئیس قوم تھے۔ بزرگ، باعزت، قریش کے سردار اور مالدار تھے۔ ان کی شخصیت سب کے ہاں بڑی محبوب تھی۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ کرنے والے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مال خرچ کرنے والے تھے"۔

(ب) قال محمد بن کعب اول من اسلم من ھذہ الامة خدیجة واول رجلین اسلما ابوبکر علی و کان علی کتم ایمانه خوفامن ابیه و کان ابوبکر الصدیق اول من اظھر الاسلام۔

"محمد بن کعبؒ کہتا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں اور سب سے پہلے جو دو مرد اسلام لائے وہ ابوبکرؓ اور علیؓ ہیں مگر حضرت علیؓ نے اپنے والد کے ڈر سے ایمان ظاہر نہ کیا سب سے پہلے جس مرد نے اسلام کا اظہار کیا وہ ابوبکرؓ ہیں۔

حضرت علیؓ بچے تھے، اور بچے کا باپ سے ڈرنا قدرتی بات ہے اور کوئی بچہ ایمان لے آئے تو اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔

(ج) عن فرات بن السائب قال قلت لمیمون بن مھران ابوبکر الصدیق اول ایمان بالنبی ﷺ ام علی بن ابی طالب قال والله لقد امن ابوبکر بالنبیؑ زمن بحیرأ راھب واختلاف فیما بنیه وبین خدیجه حتیٰ انھا ایاہ وذلك کله قبل ان یولد علی ابن ابی طالب والمراد بالایمان الیقین بصدقه۔

فرات بن السائب کہتا ہے کہ میں نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے یا علیؓ بن ابی طالب۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکر صدیقؓ تو بحیرا راہب کے زمانے میں ایمان لائے تھے اوّل ایمان لانے کے بارے میں ابوبکرؓ اور خدیجہؓ میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ سے نکاح کے بعد ایمان لائیں۔ اور صدیق اکبرؓ اور حضرت خدیجہؓ کے ایمان کا واقعہ اس وقت کا ہے جب علیؓ بن ابی طالب ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور ایمان سے مراد یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے دل میں تصدیق واقع ہو چکی تھی اور تکذیب آپ سے صادر ہی نہیں ہوئی"۔

(د) عمر بن مرة کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے سنا ہے کہ وہ کہتے

تھے کہ حضرت علیؓ پہلے اسلام لائے تو میں نے یہ واقعہ امام نخعی کے سامنے پیش کیا۔

فذکرته لنّخعِیْ فانکره وقال ابوبکر اول من اسلم وقال العلماء اول من اسلم من هذه الامة ابوبکر الصدیق۔

عن ابی سعید قال قال ابوبکر الصدیق الست احق بها الست اول من اسلم الست صاحب کذا عن الحارث سمعت علیا یقول اول من اسلم من الرجال ابوبکر الصدیق عن زید بن ارقم قال اول من صلی مع النبی ﷺ ابوبکر الصدیق رواه احمد والترمذی والنسائی وقال ترمذی حسن و صحیح و روی الواقدی باسناده عن ابی مسلم بن عبدالرحمن فی جماعة من السلف اول من اسلم ابوبکر الصدیق عن یوسف بن الماجشون قال ادرکت مشائختا منهم امنکدرو ربیعه عن عبدالرحمن وصالح بن کیسان و عثمان بن محمد لا یشکون ان اول القوم اسلام ابوبکر الصدیق هکذاقال ابراهیم النخعی و محمد بن کعب و محمد بن سیرین وسعد بن ابراهیم و هوالمشهورمن جمهوراهل السنة

''عمر بن مرۃ کہتا ہے کہ میں نے امام نخعی سے حضرت علیؓ کے اول اسلام لانے کا ذکر کیا تو انہوں نے انکار کردیا اور فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور علماء نے کہا کہ اس امت میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ اسلام لائے۔

ابوسعید نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا کہ میں اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار نہ تھا۔ کیا میں سب سے پہلے ایمان نہیں لایا۔ اور ابوالحارث کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ ایمان لائے۔

اور زید بن ارقم فرماتے ہیں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز صدیق اکبرؓ نے پڑھی اس کو امام احمد ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اور واقدی شیعہ مورخ نے کئی سندوں سے ابومسلم بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ اس نے سلف صالحین کی ایک جماعت میں بیان کیا کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ اور یوسف بن ماجشون نے کہا کہ میری ملاقات مشائخ سے ہوئی جن میں محمد بن منکدر، ربیعہ بن عبدالرحمٰن صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد بھی ہیں انہیں اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر صدیقؓ ہیں ابراہیم نخعی محمد بن کعب محمد بن سیرین اور سعد بن ابراہیم نے بھی یہی کہا ہے اور یہی جمہور اہل السنّت میں مشہور ہے''

(ر) ان مختلف اقوال میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نے یوں تطبیق دی ہے۔

اجاب ابوحنیفه بالجمع بین هذه الاقوال بان اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبکر الصدیق ومن النساء خدیجه ومن الموالی زید بن حارثه ومن الغلمان علی ابن ابی طالب۔

''ان اقوال کو جمع کر کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر ایمان لائے اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں اور غلاموں میں زید بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب ایمان لائے۔

اول الذکر تینوں بالغ جوان اور صاحب الرائے تھے۔ ان کے ایمان لانے سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نفع ہوا حضرت علیؓ بچے تھے۔ اور بچوں کی باتوں کو لوگ زیادہ سے زیادہ ہلکی پھلکی تفریح خیال کرتے ہیں۔ پھر بچے جو بات کرتے ہیں وہ کسی شعوری ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتی نہ انہیں کسی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اس لئے بچوں کی باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ پھر حضرت علیؓ نے اس کا اظہار بھی نہ کیا مگر جب والد کو علم ہوا تو اتنا کہا کہ اپنے چچا زاد بھائی کی مدد کیا کرو ظاہر ہے کہ جب ابوطالب حضور اکرم ﷺ کو صرف اپنا بھتیجا

ہی سمجھتے تھے تو اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے تھے۔

(س) وسئل ابن عباس من اول اسلم قال ابوبکر الصدیق ثم قال اما سمعت قول حسان بن ثابت

خیر البریۃ اوفاھا واعدلھا

بعد النبی والولھا بھا حملا

الثانی الثانی المحمود مشھارۂ

واول الناس منھم صدق الرسلا

''حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تو فرمایا ابوبکر صدیقؓ پھر کہنے لگے کیا تو نے حضرت حسان بن ثابتؓ کی بات نہیں سنی کہ صدیق اکبرؓ کے متعلق کہا:

تمام مخلوق سے افضل سب سے زیادہ وفادار اور سب سے زیادہ عادل اور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ حقدار اس چیز کا جو اس نے اٹھائی اور رسول اکرم ﷺ سے ملنے والا قابل تعریف دوسرا اور سب سے پہلے جس نے رسولوں کی تصدیق کی''۔

(نوٹ: یہ تمام مضمون ریاض النضرہ، البدیہ والنھایہ، اور ابن سمان کی کتاب، کتاب الموافقہ، ابن جریر طبری، عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق اور معجم الکبیر طبرانی سے لیا گیا ہے)

7۔صدیق اکبر کے ایمان لانے سے اسلام کی تقویت:

اسلام کی تقویت کے کئی پہلو ہیں۔اول افرادی قوت میں اضافہ۔ دوم ایثار۔سوم جانی قربانی۔

(ا) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اپنے احباب کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی چنانچہ ان کی دعوت پر حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور سعدؓ اسلام لائے۔دوسرے روز عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبدالرحمٰن بن عوف ابوسلمہ اور حضرت ارقمؓ ان کی دعوت پر ایمان لائے یہ سب سابق الاسلام ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے اس تبلیغی شغف اور اسلام کی تقویت کا باعث بننے کا ذکر علامہ باذل ایرانی شیعہ نے اپنی مشہور کتاب حملہ حیدری میں یوں کیا ہے۔

ازاں پس بتدریج چندے دگر

نبی رابفرماں نہادند سر

''صدیق اکبرؓ کے ایمان لانے کے بعد یکے بعد دیگرے بتدریج دوسروں نے بھی حضور اکرم ﷺ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیئے۔ گویا ابوبکرؓ کا اسلام دین اسلام کا دروازہ تھا جو صدیق اکبرؓ نے کھول دیا۔

(ب) حضرت طلحہؓ بن عبداللہ اور ابوبکر صدیقؓ کو قرینین کہتے ہیں۔محمد بن عمرو اقدی شیعہ مورخ نے حضرت طلحہؓ کے ایمان لانے کا واقعہ حضرت طلحہؓ کی زبانی بیان کیا ہے۔

''کہ میں ملک روم کے ایک مرکزی مقام شہر بصریٰ کے بازار میں تھا جب حضرت دحیہ کلبی رسول کریم ﷺ کا خط لے کر ہرقل روم کی طرف گئے تو پہلے گورنر بصریٰ کو دیا۔اس دوران مجھے بازار میں ایک گرجا نظر آیا۔اس گرجا کا راہب لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ کیا کوئی آدمی حرم شریف کا ہے۔میں نے سنا تو بتایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں تو راہب نے پوچھا کیا احمد ظاہر ہوا ہے۔میں نے کہا احمد کون ہے؟ راہب نے کہا وہ محمدؐ بن عبداللہ ہے۔خاتم الانبیاء ہے۔ اسی ماہ میں اس نے حرم میں مبعوث ہونا ہے۔تم اس کی طرف جلدی جاؤ۔میرے دل میں راہب کی بات بیٹھ گئی۔میں مکہ آیا۔پوچھا کوئی نئی بات ہے؟ جواب ملا محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوبکر بن ابوقحافہ اس پر ایمان لایا ہے۔تو میں جلدی سے ابوبکرؓ کے پاس گیا۔وہ مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے۔وہاں میں نے راہب کی بات بھی بیان کی۔مگر میرے بیان سے پہلے ہی حضور اکرم ﷺ نے مجھے وہ ساری بات بتادی''۔

جب ابوبکر صدیقؓ اور طلحہؓ، حضور اکرم ﷺ سے جدا ہو کر باہر آئے تو نوفل بن خویلد بن عدویہ نے ان دونوں کو رسی سے باندھ دیا اس وجہ سے ان کو اسد القرینین کہا جاتا تھا۔

اس فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت میں ایمان لائے اور بعد میں عظیم حکمران، نامور جرنیل اور مشہور فاتحین اسلام ثابت ہوئے۔

(ج) حضور اکرم ﷺ ایک روز بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور نبی کریم ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر آپ ﷺ کا گلہ دبایا۔ جب سانس رکنے لگی تو اچانک ابوبکر موقع پر آ گئے اور عقبہ کو دھکیل کر حضور اکرم ﷺ کی گردن سے چادر جدا کی اور عقبہ کو کہا کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ رب اللہ ہے اور جو دین حق اور نبوت کے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

باقی شعبہ ہائے زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمات اسلامیہ اپنے اپنے محل پر بیان کر دی جائیں گی۔

8۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان لانا اور مشرکین کی طرف سے ایذا رسانی:

(ا) حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ 3:30 پر ایک واقعہ لکھا ہے جس کا پس منظر حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ:

لما اجتمع اصحاب النبی ﷺ و کانوا ثمانیۃ و ثلاثون رجلا ابوبکر علی رسول اللہ ﷺ فی الظہور

"جب صحابہؓ کی تعداد 38 ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم ﷺ کو ظاہر ہونے پر مجبور کیا تو صحابہ مسجد حرام میں پھیل گئے۔

قال ابوبکر فی الناس خطیبا و رسول اللہ جالس فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسول ﷺ و ثار المشرکون علی ابی بکر و علی المسلمین و ضربوا فی نواحی المسجد ضربا شدیدا و وطی ابوبکر و ضرب ضربا شدیدا۔

"صدیق اکبرؓ نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اور نبی کریم ﷺ بیٹھے تھے۔ ابوبکرؓ اسلام کا پہلا خطیب ہے جس نے لوگوں کو اعلانیہ اللہ و رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔ مشرکین یہ منظر دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور مسلمانوں کو مسجد کے کونے کونے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارا۔ ابوبکر کو پاؤں سے روندا گیا اور سخت چوٹیں لگائی گئیں"۔

صدیق اکبرؓ بے ہوش ہو گئے۔ ان کے قبیلہ بنو تیم نے اعلان کر دیا اگر ابوبکرؓ مر گیا تو ہم عقبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے ابوبکرؓ کا یہ حال تھا کہ جب ذرا ہوش آتی پوچھتے نبی کریم ﷺ کا کیا حال ہے۔

(ب) محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور حافظ ابن کثیر نے سیرت صدیق میں بیان فرمایا کہ صدیق اکبرؓ ایک روز گلی میں جا رہے تھے ایک مشرک سامنے آیا اور آپ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ ولید بن مغیرہ سامنے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ دیکھا احمق نے مجھ پر مٹی پھینک دی ہے ولید بڑے تعجب سے کہنے لگا کہ جو حرکت اس نے کی ہے اس پر تو فساد کی آگ بھڑکنا لازمی امر تھا۔ مگر یہ بتاؤ کہ کس چیز نے تمہیں اتنا متحمل اور صابر بنا دیا۔

ظاہر ہے سر پر مٹی ڈالنے سے کوئی زخم تو کہاں آتا ہے اس حرکت سے عزت جو مجروح ہوئی اور توہین جس درجہ کی ہوئی اس کا اندازہ صاحب عزت لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

(ج) ایک روز مشرکین مکہ بیت اللہ میں بیٹھے چہ مگوئیاں کر رہے تھے کہ محمد ﷺ بن عبداللہ کل کا چھوکرا ہے۔ بڑوں کے منہ آتا ہے۔ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو کافر جہنمی کہتا ہے اس نے قوم میں فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اس کے دل میں عرب اور عربوں کی مطلق کوئی عزت نہیں۔ سرخ و سیاہ کو برابر خیال کرتا ہے اپنے غلاموں کے ساتھ روٹی کھا لیتا ہے اس نے ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے۔

اکرم التفاسیر

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

توفیق عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا
یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی
عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ
﴿۲۱﴾ وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ
اَشْرَکُوْٓا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ اِلَّآ اَنْ
قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ کَیْفَ
کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْکَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً
اَنْ یَّفْقَھُوْہُ وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ
اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْکَ
یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ
وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ ۚ وَاِنْ یُّھْلِکُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ
وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

پارہ واذا سمعوا

سورہ الانعام آیات 20 تا 26 رکوع 3

ترجمہ: فرمایا یہ جو اہل کتاب ہیں نبی کریم ﷺ کو اس طرح گہرائی سے جانتے ہیں جس طرح بندہ اپنی اولاد کو جانتا ہے پہچانتا ہے لیکن چونکہ انہوں نے اپنا بہت نقصان کر لیا ہے۔ برائی کر کے اپنا مزاج تباہ کر لیا ہے، دل کو تباہ کر لیا ہے اس لئے انہیں توفیق ایمان نہیں ہوگی۔ ایمان نہیں لائیں گے اور اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ کوئی انسان اللہ پر جھوٹ بولے یا اس کی آیات کو جھٹلا دے۔ اللہ ایسے ظالموں کو فلاح نہیں دیتا۔ انہیں بہتری نصیب نہیں ہوتی اور ایک دن ہوگا جب سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور یہ جو اللہ کی ذات یا صفات میں شرک کرتے ہیں ان پر سوال ہوگا کہ وہ جنہیں تم اپنے زعم میں شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں تو اس وقت ان سے کچھ بن نہیں پڑے گا سوائے اس کے کہ وہ کہیں گے یا اللہ تیری قسم ہے ہم تو شرک نہیں کرتے تھے فرمایا اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ دیکھئے اپنے

آپ کو کیسے جھٹلا رہے ہیں۔ اپنے کردار کی کس طرح نفی کر رہے ہیں اور جو جھوٹ اللہ پر باندھتے تھے وہ آج ختم ہو گیا اور حقائق سامنے ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو آپ کے ارشادات سنتے ہیں لیکن ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کے دل تباہ ہو چکے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیئے ہیں۔ بند کر دیئے ہیں حق کی آواز سننے کی ان میں اہلیت نہیں رہی اور اگر یہ بے شمار نشانیاں بھی دیکھ لیں تو انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ یعنی جب آپ کے پاس آتے ہیں تو جھگڑا کرتے ہیں اور کافر کہتے ہیں یہ تو پرانے قصے کہانیاں ہیں جو آپ دہرا رہے ہیں اور یہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں لیکن اس سارے کام سے یہ اپنی تباہی کا سبب کر رہے ہیں۔ اس بات کی سمجھ ہی نہیں اتنا شعور بھی نہیں رکھتے کہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہے اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں۔

تفسیر:

تمام کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر ملتا ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے۔ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (ال عمران آیت 81) کہ عدم میں اللہ کریم نے تمام انبیاءؑ سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنی امت کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر دیں اور آپ ﷺ کا ساتھ دینے کی تلقین فرمائیں اور پہلی جتنی کتابیں نازل ہوئیں ان میں حضور اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ بڑے واضح طرح سے دیئے گئے تھے اور علماء یہود اور نصاریٰ بہت اچھی طرح حضور اکرم ﷺ کو پہچانتے تھے اور جانتے بھی تھے حتیٰ کہ قرآن حکیم میں فرمایا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اس طرح سے حضور اکرم ﷺ کو پہچانتے ہیں جس طرح سے بندہ اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ پہچان تو بے شمار لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے اور ہم انہیں پہچانتے ہیں کہ یہ فلاں ہے لیکن اپنی اولاد کو جس طرح پہچانتا ہے دوسروں کو اس طرح نہیں پہچان سکتا۔ اولاد کے بارے بندے کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ بیمار ہے یہ صحتمند ہے یہ کمزور ہے یہ طاقتور ہے یہ بات کر سکتا ہے یہ نہیں کر سکتا یہ کتنا سمجھ سکتا ہے اولاد کی خوبیاں خامیاں ان کے اوصاف اچھے ہوں یا برے ہوں وہ والد کو یا والدہ کو بخوبی پتہ ہوتے ہیں۔ اولاد کی ایک ایک بات سے بندہ واقف ہوتا ہے فرمایا جس طرح کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے اسی طرح وہ آپ ﷺ کے کمالات کو صداقت کو کردار کو آپ ﷺ کے مقام و مرتبے کو یہ اچھی طرح جانتے ہیں لیکن اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جنہوں نے اپنے آپ کو تباہ کر دیا ہے انسانی کردار کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اس کا دل، اس کا آئینہ دل، اس کا مزاج برباد ہو جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ایمان کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے کفر سے توبہ کی توفیق بھی ضبط ہو جاتی ہے اور وہ توبہ بھی نہیں کر سکتا تو فرمایا اتنا جاننے کے باوجود یہ جانیں گے نہیں فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا یہ اتنے ظالم ہیں کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں علماء یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابیں بدل دیں۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا تھا اسے تبدیل کر دیا اور اپنی مرضی کے جملے داخل کر دیئے۔ کتابوں میں تحریف کر دی اور اسے بیان اس طرح سے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے تو فرمایا: اس سے بڑا جرم کیا ہوگا۔ یہ ایسے ظالم ہیں کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ کے انہیں اللہ کریم کے ذمہ لگا دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہی صورتحال عالم اسلام میں ان لوگوں کی ہے جو فتویٰ فروشی کرتے ہیں، پیسے لے لیتے ہیں اور جائز کو ناجائز لکھ دیتے ہیں۔ چند سکوں کے لئے۔ یہ علماء یہود کا شیوہ ہے جب کوئی مفتی فتویٰ دیتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ لکھ کر دے رہا ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور اگر جان بوجھ کر غلط فتویٰ دیا جائے تو فرمایا یہ تو بہت بڑا ظلم ہے یہ کردار تو یہود

ونصاریٰ کا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے دل ایسے تباہ ہوئے کہ وہ آپ ﷺ کو آپ کے کمالات عالیہ سمیت اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں لیکن انہیں ماننے کی اور ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے بڑی تباہی اور اس سے بڑا جرم کیا ہوگا کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور احکام الٰہی کا انکار کر دیتے ہیں اس میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ علماء یہود ونصاریٰ یہ پہلی قسم کے لوگ ہیں جانتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے لیکن اسے بدل دیتے ہیں اور جھوٹ بول کر اپنی طرف سے لکھ کر اللہ کے ذمے لگا دیتے ہیں اس میں دو جرم بنتے ہیں ایک تو انہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا اور دوسرا اللہ کی طرف سے نازل کردہ آیات کا انکار کر دیا اور اس کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو جانتے نہیں لیکن رسومات کی پیروی میں احکام الٰہی سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ پہلی قسم کے لوگ فوری کفر کا شکار ہوتے ہیں جب یہ جان رہے ہوتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس کا انکار کرتے ہیں یا بدل کر اپنی طرف سے لکھتے ہیں تو اسی وقت وہ کافر ہو جاتے ہیں۔ اب دوسرے لوگ جو نہیں جانتے لیکن شریعت کو چھوڑ کر رسومات کی پیروی میں لگ جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ یہ **مفضی الی الکفر** ہے۔ یعنی کفر کی طرف کھینچنے والا ہے اگر وہ اس پر کار بند رہیں تو آہستہ آہستہ انکا ایمان ہی سلب ہو جاتا ہے آج معاشرے میں آپ دیکھتے ہیں کہ بندہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتا ہے مسلمان ماں، باپ اس کی تربیت کرتے ہیں عاقل بالغ ہونے کے بعد وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کسی بے دین گروہ میں چلا جاتا ہے کوئی نیا عقیدہ گھڑ لیتا ہے اور اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے ہر گھر میں کتنے عقیدے جمع ہو گئے ہیں کیوں ہوتا ہے؟ یہ اختلافات کیوں ہیں؟ یہ کردار ہے جو اتباع سنت کو چھوڑ کر ہم رسومات کے پیچھے لگتے ہیں تو وہ رفتہ رفتہ دل کو سیاہ کرتی چلی جاتی ہیں حتیٰ کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے ایمان کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے منقطع ہو جاتا ہے آدمی کسی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہو جاتا ہے کسی درخت سے الجھ گئی، کسی تار سے الجھ گئی کسی بچے نے پکڑ لی تو اسی کی ہو گئی۔ اسی طرح لوگوں کے عقیدے تباہ ہوتے ہیں اور یہ ان کا اپنا کردار ہوتا ہے جو بھی ظلم کرتا ہے وہ اپنے ساتھ کر رہا ہوتا ہے۔ اسے وہ بھگتنا پڑے گا اور ظلم کرنے سے کبھی بھلائی نصیب نہیں ہوتی عرصہ محشر جس دن اللہ کریم سب کو اکھٹا کریں گے تو جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں علماء نے اسطرح سے وضاحت فرمائی ہے کہ شرک دو طرح سے ہے۔

ایک شرک جلی یعنی علی الاعلان کسی کو اللہ کا شریک مان لینا۔ کسی بت کو کسی دیوی کو دیوتا کو کسی فرضی پیر کو کسی جن کو سورج چاند ستارے کو کسی نیک بندے کو کسی میں بھی وہ اختیارات ماننا جو اللہ کے لئے خاص ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر اس کی اطاعت کرنا یہ شرک جلی ہے۔ صاف ہے، ظاہر ہے، سامنے ہے۔ دوسری قسم شرک خفی ہے یہ بہت خطرناک ہے۔ بندہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ تب چلتا ہے جب اس کا دل تباہ ہو چکا ہوتا ہے۔ شرک خفی یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے سے نفع ونقصان کی امید رکھی جائے۔ کسی سے ڈرتے ہوئے اللہ کی اطاعت چھوڑ کر اس کی اطاعت کی جائے۔ احکام الٰہی کے خلاف کسی کی بات اس لئے مانی جائے کہ یہ میرا فائدہ کرے گا اور نہیں مانوں گا تو وہ مجھے نقصان پہنچائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے اس بندے کو یا اس چیز کو اپنا معبود مان لیا ہے تو شرک خفی بہرحال شرک ہے۔ زہر زہر ہے کسی نے زیادہ کھا لیا فوراً مر گیا جو تھوڑا تھوڑا لیتا ہے جسے Slow poisoning کہتے ہیں تو مرے گا وہ بھی تو فرمایا جب میدان قیامت میں ہم سب جمع کریں گے ان سے پوچھا جائے گا کہ جس سے تم امیدیں رکھتے تھے ان کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی کرتے تھے نبی کریم ﷺ کے

ارشادات کو چھوڑ کر ان کی بات مانتے تھے کہ ان سے ہمیں فائدہ ہوگا اب وہ کہاں ہے نفع ونقصان کا دن تو آج ہے۔ اب حساب کتاب ہو رہا ہے اب موقع ہے۔ اب تمہیں کوئی نفع پہنچانے والا ہے تو اسے بلاؤ۔ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ جن کے بارے میں تمہاری یہ رائے تھی کہ ہمیں بڑا نفع پہنچائیں گے آج انہیں سامنے لاؤ۔ کوئی تمہارا نفع کریں تمہاری نجات کا کوئی سبب بنائیں یا کوئی تمہاری بہتری کریں۔ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ فرمایا: ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہوگی کوئی جواز نہیں ہوگا کچھ کہہ نہیں سکیں گے سوائے اس کے کہ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ اے پروردگار تیری عظمت کی قسم ہے ہم مشرک تو نہ تھے ہم تو تجھے مانتے تھے، تیری عظمت کے قائل تھے، تیرے رسولوں کو مانتے تھے تیری کتابوں کو مانتے تھے فرمایا انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ دیکھ لو اپنے کرتوتوں کا خود ہی اقرار کر رہے ہیں۔ آج جب موقع آیا ہے تو خود ہی اپنے کردار کی نفی کر رہے ہیں اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر رہے ہیں اگر تم مجھے مانتے تھے میرے نبی کریم ﷺ کو مانتے تھے، میری کتابوں کو مانتے تھے تو پھر ان کے مطابق اعمال کیوں نہیں کیے؟ ماننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی کہہ دے کہ میں نے مان لیا اور اس پر عمل نہ کرے۔ ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ جو مان لیا اس پر عمل کیا جائے تو فرمایا تمہیں نفع کی امید غیروں سے تھی، نقصان کے لئے غیروں سے ڈرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر دنیاداروں، دولتمندوں اور ظالموں کی اطاعت کرتے تھے۔ زندگی تم نے اس طرح ضائع کر دی ہے۔ آج کہتے ہو کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ فرمایا اے مخاطب جتنے انہوں نے قصے کہانیاں گھڑ رکھے تھے کہ فلاں کی قبر پر جاؤ تو یہ ہو جاتا ہے فلاں بندے کے پاس جاؤ تو یہ مل جاتا ہے فلاں کے پاس جاؤ تو اولاد مل جاتی ہے فلاں کے پاس جاؤ تو بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے۔

فرمایا: یہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے وہ سارے آج ختم ہو گئے مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ جو باتیں گھڑا کرتے تھے وہ غائب ہو گئیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں فرمایا یہ ایسے بدنصیب ہیں وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ سبحان اللہ! انسانی مزاج بھی کیسا عجیب ہے۔ کوئی اچھا شعر سنتا ہے تو پھڑک اٹھتا ہے۔ پھر اس شعر کو کوئی اچھی آواز میں گانے والا ہو تو بندہ مسحور ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی بات سے خوبصورت بات کس کی ہوگی اور بیان فرمائیں محمد رسول اللہ ﷺ تو حضور اکرم ﷺ کی آواز مبارک آپ کی زبان مبارک سے بڑھ کر یہ شیرینی، یہ لطافت اور کہاں ہوگی تو فرمایا یہ جو گانے بجانے پہ مسحور ہو جاتے ہیں، شعر سن کر فدا ہو جاتے ہیں، حکایات سن کر، فرضی ناول، افسانے سن کر قربان ہونے لگ جاتے ہیں یہ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ بھی سنتے ہیں جب آپ دعوت الی اللہ دیتے ہیں جب آپ حقائق بیان فرماتے ہیں وہ ان پر کوئی اثر نہیں کرتے۔ قرآن سن کر ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی حدیث سن کر ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ یہ تو ایسے بدنصیب ہیں کہ براہ راست آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ براہ راست لب ہائے مبارک سے سن رہے ہیں پھر ان پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ فرمایا اس لئے نہیں ہوتا کہ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ اللہ رب العزت کے ساتھ انہوں نے اتنی بگاڑ لی ہے اتنی نافرمانی کی ہے کہ سزا کے طور پر میں نے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور ان کے دلوں تک بات پہنچتی ہی نہیں۔ ہمارے برائے نام دانشور کہتے ہیں ان کا فتویٰ تو یہ ہے کہ ساری بات سمجھنا دماغ کا کام ہے۔ دماغ ہی کو عقل کہتے ہیں۔ سارا بھلا برا سمجھنا دماغ کا کام ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ نہیں! بات سمجھنا دل کا کام ہے۔ دماغ تو دل کا خادم ہے دل بادشاہ ہے دماغ وزیر ہے دل کا۔ دل جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کے لئے انتظام یہ دماغ کی ذمہ داری ہے لیکن

فیصلے کرنا دل کا کام ہے فرمایا اَنْ یَّفْقَھُوْہُ کسی بات کے حقیقی نفع و نقصان کو حقیقی طور پر جان لینا اسے تفقہ کہتے ہیں۔شعوری طور پر سمجھ لینا کہ ایک چیز میں نفع کیا ہے۔یہ انتہائی دانشمندی ہوتی ہے اس کو تفقہ کہتے ہیں۔احکام شرعی کو اس لئے فقہ کہتے ہیں کہ وہ تمام اچھائی برائی کی خبر دیتے ہیں۔برائی سے بچاتے ہیں اور اچھائی کا حکم دیتے ہیں۔فرمایا ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں ان کے دل بھلائی برائی کی سمجھ سے خارج ہوتے ہیں۔اگلے دن ٹی وی پر ایک شخص بڑا زور لگا رہا تھا کہ جہاں جہاں قلب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد دماغ ہے۔یہ لوگ پڑھ لکھ کر کیوں گمراہ ہو جاتے ہیں؟اس لئے کہ پڑھ لکھ تو جاتے ہیں اتباع رسالت نصیب نہیں ہوتا۔زندگی نبی کریم ﷺ کی مرضی سے نہیں اپنی مرضی سے گزارتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل مردہ ہو جاتے ہیں اب وہ فرار کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔قلب سے دماغ کیسے مراد ہو گیا؟ قرآن کا بہترین معنی وہ ہے جو خود قرآن سے کیا جائے پھر نبی کریم ﷺ نے سمجھایا صحابہ کرامؓ نے سمجھا۔کیا کسی نے قلب کو دماغ سمجھا ہے؟عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرامؓ نے،متقدمین نے؟یہاں اللہ کریم فرماتے ہیں مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الاحزاب 4) کسی شخص کے پہلو میں ہم نے دو دل نہیں رکھے۔ دماغ تو سر میں ہوتا ہے۔اسے قرآن نے قلب کہا ہے یہاں قلب کے معنی دماغ کیسے ہو جائے گا تو فرمایا ان کے دلوں پر ہم نے ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ سوچ سمجھ اور شعور سے بیگانہ ہو گئے ہیں بات ان کے دل تک اترتی ہی نہیں۔ان کے کانوں میں ایسے ڈاٹ لگا دیئے گئے ہیں کہ حق بات کو سن نہیں پاتے۔آواز تو وہ سنتے تھے لیکن وہ ان کے تفقہ میں،شعور میں نہیں آتی تھی۔ان کی گرفت میں نہیں آتی تھی۔اس کی خوبی سے آگاہ نہیں ہو سکتے تھے۔جب تک دل ذاکر نہ ہو بہت مشکل ہے کہ وہ کلام الٰہی کی عظمت یا ارشادات نبوی ﷺ کی عظمت کو سمجھ سکے اور جب وہ سمجھ لیتا ہے تو انسان بالکل احکام الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے۔یہ جو ہم روز قرآن حکیم،احادیث مبارکہ اور علماء حق کی مواعظ سنتے رہتے ہیں۔بے شمار مضامین بھی پڑھتے ہیں لیکن جب وقت آتا ہے تو ہمارا کردار اسلام کے مطابق نہیں رہتا۔ہم برائی کی طرف چلے جاتے ہیں سود کھاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں اور غلطیاں کرتے چلے جاتے ہیں یہ کیوں ہوتا ہے اس لئے ہوتا ہے کہ وہ باتیں ہمارے سر سے گزر جاتی ہیں دلوں میں نہیں اترتیں۔کیوں نہیں اترتیں؟وہ بندے کا اپنا کردار ہوتا ہے۔اس کے اعمال ہوتے ہیں جو برائیاں وہ کرتا ہے وہ دل کو اسقدر سیاہ کرتی ہیں كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (سورہ المطففین آیت 14) ان کے دل زنگ خوردہ ہو گئے ہیں۔کسی کام کے نہیں رہے۔اس لئے اپنے اعمال و کردار کی ایک ایک حرکت کی خبر رکھنی چاہیے۔یہ بڑا عجیب انسانی مزاج ہے کہ ہم سارے جہان کی خبر رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں عام چھوٹے سے دیہاتی پھٹوں پہ بیٹھے ہوں گے،چائے کی پیالی رکھی ہو گی اور بحث ہو رہی ہو گی امریکہ کے صدر اوباما کے بارے میں یا کسی سیاسی موضوع پر حالانکہ ان کی اپنی کوئی سیاسی حیثیت نہیں ہے۔انسان دنیا کی اتنی خبریں رکھتا ہے تو اپنی خبر کیوں نہیں رکھتا۔اپنی بات کیوں نہیں کرتا۔اپنے آپ کو تلاش کیوں نہیں کرتا۔کہ میں کیا ہوں؟کیا کر رہا ہوں؟اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ میرے اللہ کا کیا حکم ہے میرے نبی ﷺ کی سنت کیا ہے اور میں کیا کر رہا ہوں؟دوسروں کو بعد میں سوچو پہلے اپنے بارے سوچو۔جو اپنے بارے سوچتے ہیں ان کے پاس فرصت ہی نہیں بچتی کہ وہ کسی کے بارے میں سوچیں۔مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورہ ق آیت 18) اللہ کا دیا ہوا ایک ایک لفظ جو لبوں سے نکلتا ہے وہ لکھا جاتا ہے۔ایک ایک کام کا حساب ہوگا کہ تم نے کیا کیا؟حتیٰ کہ بڑا تماشا بنے گا قیامت کا

نقشہ جو قرآن کریم فرماتا ہے کہ لوگ انکار کرنے کی کوشش کریں گے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا تو اللہ کریم اعضاء و جوارح کو حکم دیں گے کہ بتاؤ اس نے یہ کام کیا ہے یا نہیں؟ وہ بولنا شروع کر دیں گے ہاتھ کہیں گے ہم نے کیا۔ پاؤں کہیں گے ہم سے چل کر گیا۔ جسم کی کھال کہے گی کہ میں چشم دید گواہ ہوں۔ میرے سامنے اس نے کیا تو بندہ پریشان ہو جائے گا۔ وہ کہے گا بیوقوفو میرے خلاف گواہی دے رہے ہو تمہیں تو میرے ساتھ جہنم میں جانا پڑے گا جو سزا مجھے ملے گی تمہیں بھگتنی ہو گی تم کس خوشی میں گواہ بن گئے ہو۔ وہ کہیں گے ہم مجبور ہیں أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (حم سجدہ 21) ہمیں اللہ نے بولنے پر مجبور کر دیا جس نے ہر چیز کو نطق دیا اس نے ہمیں بھی زبان دے دی ہے اور اس کے سامنے ہم جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں اگر ہم غلط کہہ رہے ہیں تو تم ہمیں بتاؤ۔ اس کی بارگاہ میں ہم وہی کہیں گے جو ہوا۔ تو جس بندے کو اتنے باریک حساب سے گزرنا ہے اس کے پاس فرصت ہے کہ وہ دوسروں کی برائی اور بھلائی جانچتا پھرے۔ ہر بندے نے ایک ترازو رکھا ہوا ہے کہ فلاں برا ہے فلاں اچھا ہے۔ یار پہلے اپنا حساب تو کرو۔ میں اچھا ہوں یا برا، میں کتنا سچ بولتا ہوں، کتنا حلال کھاتا ہوں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کا وقت ختم ہو جائے۔ ابھی موت آجائے دوسری سانس نہ لینے دے، دوسرا لفظ نہ منہ سے نکلنے دے تو کیا ہم تیار ہیں؟ مومن کا رویہ تو یہ ہونا چاہیے کہ کسی لمحہ موت آئے وہ موت کے لئے تیار ہو۔ حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے رئیس آدمی تھے بہت اعلیٰ درجے کے صوفی تھے ہمارے نسبت اویسیہ کے مشائخ میں سے تھے ان کی زندگی کے حالات میں ملتا ہے کہ ان کے کاشتکاری ہی کے صرف سو ہل چلا کرتے تھے اس کا مطلب ہے دو سو بیل ہیں اور ایک ہل کے پیچھے ایک مزارع کے ساتھ اس کا خاندان ہوتا ہے تو سو مزارعے یعنی سو خاندان ان کی زمینوں پر پلتے تھے۔ ایک بندے کو خیال آیا کہ عالم بھی ہیں اللہ اللہ کرتے ہیں، صوفی بھی ہیں اور اتنے بڑے دنیادار بھی ہیں۔ اس سارے بکھیڑے سے نکل تو نہیں سکیں گے۔ تو انہوں نے کہا حضرت حج کا موسم ہے اگر آپ بہتر سمجھیں تو حج کو چلیں وہ زمانہ تھا جب لوگ پیدل حج کو جاتے تھے کہیں اونٹ پر سواری یا گھوڑے پر یا پیدل سال لگ جاتا تھا۔ دیکھنا وہ یہ چاہتا تھا کہ اتنے بڑے بکھیڑے سے یہ شخص نکل نہیں سکتا۔ انہوں نے فرمایا یار تو نے بڑا نیک مشورہ دیا ہے تو ایسا کرو کل صبح انشاء اللہ فجر کے بعد چلیں تو وہ تو پریشان ہو گیا کہنے لگا کہ آپ کے مقابلے میں میں ایک عام آدمی ہوں میرے اتنے بکھیڑے ہیں میں اس طرح نہیں نکل سکتا تو آپ کس طرح چل پڑے۔ فرمایا یہ میرا نہیں ہے یہ سب کچھ میرے پاس اللہ کا ہے میں تو امین ہوں اس نے مجھے دے رکھا ہے میں چلا جاؤں گا تو وہ کسی اور کو دے دے گا میری تو کوئی مصروفیت نہیں میرے ذمہ تو اس نے لگا دیا ہے اتنے لوگوں کی روزی وابستہ کر دی ہے میں کر رہا ہوں۔ فرمایا میرے جانے کا وقت آجائے تو میں جاؤں گا جانا پڑے گا تو اب اگر حج کے لئے چلے جائیں تو کیا ہے اللہ کوئی متبادل انتظام فرما دیں گے تب اسے سمجھ آئی کہ میرے پاس نہ ہونے کے برابر ہے لیکن میں نے خود کو دنیا میں الجھا رکھا ہے۔ اس شخص کے پاس اللہ کا دیا ہوا اتنا کچھ ہے لیکن اس کے دل میں نہیں ہے علماء فرماتے ہیں کہ جیسے مرغابی پانی میں رہتی ہے لیکن اس کا جسم تر نہیں ہوتا اسی طرح دنیا میں رہنا ہوتا ہے دنیا کو دل میں نہیں اتارا جاتا کشتی پانی میں ہوتی ہے لیکن پانی کشتی میں آجائے تو ڈوب جاتی ہے۔ رہنا دنیا ہی میں ہے۔ یہ سارے کام دنیا ہی کے کرنے ہیں۔ کاروبار بھی کرنا ہے، تعلقات بھی رکھنے ہیں، اولاد کو بھی پالنا ہے، گھر بھی بنانا ہے یہی دین ہے۔ اگر ان کاموں کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کیا جائے تو یہ سارے عبادت شمار ہوتے ہیں اور اگر ان

کو کرتے ہوئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے آئین و دستور کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظلم بن جاتے ہیں تو فرمایا جب انہوں نے کردار بدلا تو اس کی سزا میں ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے۔ ان کے کان حق کی آواز سننے سے محروم ہو گئے۔ اب کتنی دلیلیں دیتے رہیں، کتنے معجزے دیکھتے رہیں کتنے حقائق دیکھتے رہیں وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا بے شمار دلائل دیکھنے کے باوجود انہیں ایمان کی توفیق نہیں ہوگی بلکہ اِذَا جَآءُوْكَ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو الٹا جھگڑا کرتے ہیں اور کافر کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ یہ تو پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں حالانکہ قرآن نے تاریخ کو اور پرانی حکایات کو اپنا موضوع نہیں بنایا قرآن کا موضوع انسانیت کی فلاح ہے جہاں تاریخ بیان کی جاتی ہے وہاں بطور مثال بیان فرمایا کہ انہوں نے یہ کیا تھا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ تم ایسا کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ بطور عبرت تاریخ کو تاریخ کی حیثیت سے بیان کیا ہے کہ پہلی قوموں کی مثالیں موجود ہیں۔ جس نے اچھا کیا اس کو اچھا انجام نصیب ہوا جس نے برائی کی اس کی نتائج برے ہوئے۔ اس کے باوجود وہ طعنہ دیتے ہیں کہ جناب یہ تو پہلے زمانے کی کہانیاں ہیں حالانکہ ایسا ہے نہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے دل تباہ ہو چکے ہیں کتنے عجیب لوگ ہیں جن کے طفیل برکات نبوی ﷺ نصیب ہوتی ہیں اور دلوں کو حیات نصیب ہوتی ہے۔ اس عالم رنگ و بو میں اگر کوئی دل زندہ لے گیا تو اس نے سارا کچھ پالیا اور اگر صرف دولتیں جمع کرتا رہا تو وہ چھوڑ کر چلا جائے گا اس کی جواب طلبی الگ ہوگی اس کا کردار ساتھ جائے گا یہاں کمانے کی دولت دل زندہ ہے جو اللہ کے نور سے روشن ہو جو نبی کریم ﷺ کی برکات سے روشن ہو اور جب دل زندہ ہوتا ہے تو توفیق عمل نصیب ہوتی ہے، برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے محبت نصیب ہو جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مرد اور عورت

اسلام انسانیت کا مذہب ہے اور عورت بھی انسان ہے اور مرد بھی انسان ہے۔ اسلام میں صرف باعتبار خصوصیات کے باعتبار قوتِ برداشت کے یا بہ اعتبار ذمہ داریوں، فرائض اور ڈیوٹی کے عورت کی اپنی ذمہ داریاں ہیں، مرد کی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ اسی ایک میدان میں جہاں مرد کا حساب ہوگا وہیں عورت کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ وہی ذات وحدہٗ لاشریک جہاں مرد کا محاسبہ کرے گی، خاتون سے بھی محاسبہ کرے گی۔ وہی جہنم جس میں کافر مرد کا جانا ہوگا کافر عورت کو بھی جانا ہوگا وہی جنت جو مقرب سے مقرب بارگاہ الوہیت لوگوں کے لئے، مردوں کے لئے ہے خواتین کے لئے بھی ہے۔ دونوں ایک سی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ دونوں ایک ہی طریقے سے موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اور دونوں ایک ہی طرح سے برزخ میں داخل ہوتے ہیں۔ دونوں ایک ہی طرح سے میدان حشر میں اٹھیں گے اور ایک ہی طرح کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

فرق صرف یہ ہے کہ باعتبار تخلیق مرد کا وجود مختلف قسم کا ہے اور اس کے فرائض مختلف ہیں۔ خاتون کا وجود اس کی قوت برداشت اس کی خصوصیات الگ ہیں۔ اس کے فرائض الگ ہیں لیکن اہمیت دونوں کی اپنی جگہ ایک جیسی ہے۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

دعائے مغفرت

☆ سلسلہ کے پرانے ساتھی محمد اقبال، چک بڑوئیہ، ننکانہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔

☆ سپیشل کلاس کے ساتھی امجد فاروق چھینہ (سترہ) سیالکوٹ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں ہیں۔

☆ سلسلہ کے ساتھی خان حسن خان بلوچ مظفر گڑھ فوت ہو گئے ہیں۔

☆ سلسلہ کے ساتھی محمد فیاض آزاد کشمیر اور غلام مصطفیٰ کے بھائی وفات پا گئے ہیں۔

ان سب کے لیے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care
Rs.200
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go
Rs.100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil
Rs.500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez
Rs.30
کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس
CUREX
Rs.175
جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200
17- اویسیہ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو ساتھ نہ بیٹھو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾

سورۃ الانعام آیت نمبر 67-68

دراصل عربی بہت وسیع زبان ہے اور دوسری زبانوں میں جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو بہت سی باتوں میں جو مفہوم ہے اس کے خلاف آجاتا ہے یا اس سے ہٹ کر آجاتا ہے، خلاف نہ ہو تو اس سے تھوڑا سا ہٹ جاتا ہے۔ یہاں جو خطرہ نبی کریم ﷺ کو آرہا ہے وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ آپ کے ارشادات کی قوم نے تکذیب کی اب اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے تکذیب کی ورنہ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو ایمان لائے تو اب اردو میں جو ترجمہ کر کے ساری قوم کو ایک طرف رکھ دے گا تو بات بدل جائے گی۔ یہاں قوم سے مراد اکثریت ہے کہ مکہ مکرمہ میں قوم ہی کے لوگ ایمان لانے والے اور اولین صحابہ کرامؓ میں سے تھے لیکن اکثریت جو کہ دوسری طرف تھی تو اس طرف کو قوم کہہ دیا گیا ایک انداز ہے عربی طرز تخاطب کا۔ حالانکہ وہ تو حق ہے اور حق کی تکذیب کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے کوئی صاحب خرد سچائی کی تکذیب نہیں کرتا سچائی کو ماننے سے انکار نہیں کرتا تو اس کا جواب یہ دیا قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ O (الانعام 66) انہیں یہ کہہ دیجیے کہ میرا کام تو اللہ کا پیغام پہنچانا ہے منوانا نہیں ہے میں کوئی تم پر تھانیدار نہیں لگا ہوا ہوں مجھے یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی کہ میں سب سے زبردستی منواؤں کہ یہ میرا منصب جلیلہ نہیں ہے میرا منصب جلیلہ یہ ہے کہ تم مخلوق ہو اور وہ خالق ہے وہ تمہیں جو پیغام دینا چاہتا ہے تم تک جو پیغام پہنچانا چاہتا ہے وہ میں تم تک پہنچا دوں میری ذمہ داری ختم ہوگئی اب اگر تم مانو گے تو وہ تمہارا اور اس کا معاملہ ہے انکار کرو گے تو وہ بھی تمہارا اور تمہارے رب کے درمیان معاملہ ہے اس میں کوئی میرا دخل نہیں ہے انکار کر کے دیکھ لو۔ یہاں یہ بات ختم ہوگئی۔ آگے ایک حقیقت بتائی گئی جہاں تک خطاب تھا نبی کریم ﷺ کا وہ ختم ہوگیا آگے پھر ایک حقیقت بیان کی۔ فرمایا لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ ہر بات ایک وقت لیتی ہے یہ قدرت کا نظام ہے آپ روٹی بنا کر توے پر ڈالتے ہیں تو وہ پکنے میں روٹی بننے میں ایک وقت لیتی ہے ہر عمل اپنے نتیجے کے لئے ایک خاص میعاد کا انتظار کرتا ہے۔ اس میں وہ اپنے نتیجے پہ پہنچتا ہے ایک نظام ہے اللہ کریم کا لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ ہر چیز اپنا ایک وقت لیتی ہے ہم کھانا کھاتے ہیں تو ہضم ہو کر خون گوشت بننے میں اپنا ایک وقت لیتا ہے آپ بات کرتے ہیں تو اس کے نتائج نکلنے میں ایک وقت لگتا ہے آپ کاروبار کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ آنے میں

ایک وقت لگتا ہے۔ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ میں نے تمہیں بات پہنچا دی اب ہر بات اپنے نتیجے پہ پہنچنے پہ ایک وقت لیتی ہے وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ⑯ جب وقت آئے گا تو تمہیں سمجھ آجائے گی کہ کیا حق تھا؟ کیا ہمیں کرنا چاہیے تھا ہم نے کیا کر دیا؟ اب اس کے بعد خطاب ہے عوام کو یہ جو آپ نے ترجمہ کیا ہے اے محمد یہ تو یہاں پہ کہیں بھی نہیں ہے اس کے بعد خطاب ہے ان لوگوں کو جو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تو جو ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی انہیں میں سے تھے، کسی کے والدین ایمان نہیں لائے۔ بیٹا ایمان لے آیا کسی کا بیٹا ایمان نہیں لایا ماں، باپ ایمان لے آئے کوئی ایمان لے آیا اس کے بھائی ایمان نہیں لائے ایک بندہ ایمان لے آیا اس کے دوست ہم جولی اس کے ساتھ بیٹھنے والے ایمان نہیں لائے ایک ہی معاشرے کے لوگ تھے تو ارشاد ہوا۔ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ کہ اگر یہ نہ ماننے والے لوگ ہماری آیات کا مذاق اڑانے لگیں تو مذاق دو طرح سے ہوتا ہے سب سے بڑا مذاق یہ ہے کہ اسکے حکم کی پرواہ نہ کی جائے یہ جو آپ لوگ سنتے ہیں کہ حکومت کی رٹ کو چیلنج ہو گیا یہ کیا کسی نے کہا ہے کہ میں حکومت چھین رہا ہوں تو پھر رٹ کو چیلنج کیسے ہو گیا؟ رٹ کو چیلنج ایسے ہوتا ہے کہ حکومت نے جو ضابطے بنائے ہیں ان کی پرواہ نہ کی جائے ان کی مخالفت کی جائے تو حکومت کہتی ہے کہ یہ ہماری رٹ کو چیلنج ہے حکومت نے ایک اصول بنایا ہے۔ عدالتیں بنائی ہیں، کچہری تھانے بنائے ہیں، کوئی وہاں جاتا ہے، عدالتیں انصاف فراہم کرتی ہیں یہ ایک نظام ہے اب یہاں ایک حادثہ ہو جاتا ہے۔ ایک بندہ خود کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی پر بیٹھ کر کہتا ہے کہ اس کی ٹانگیں توڑ دو، اس کا سر کاٹ دو، اپنی ایک عدالت لگا لیتا ہے، اپنے اختیارات کو تو وہ حکومت کہے گی یہ ہماری رٹ کو چیلنج ہے۔ احکام الٰہی کا سب سے بڑا مذاق ان پر عمل نہ کرنا اور عمل نہ کرنے کو جرم نہ سمجھنا ہے۔ ایک بندے سے غلطی ہوتی ہے احکام الٰہی کے خلاف اسے دکھ ہوتا ہے وہ توبہ استغفار کرتا ہے، وہ رٹ کو چیلنج نہیں کر رہا۔ ایک بندہ گناہ کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو حق پر ثابت کرتا ہے کہتا ہے کہ شریعت کا یہ حکم ہی فضول ہے جو میں کر رہا ہوں کام یہ ٹھیک ہے تو یہ اللہ کی رٹ کو چیلنج ہے اس کی حاکمیت کو چیلنج ہے سب سے بڑا مذاق یہ ہے کہ جسے ہم سمجھتے ہی نہیں گناہ ایک تو بجائے خود جرم ہے لیکن اس جرم میں خود کو حق پر سمجھتا ہے یہ رٹ کو چیلنج ہوتا ہے تو فرمایا اگر کوئی لوگ اس طرح جرم کر رہے ہیں سر عام بیٹھے شراب پی رہے ہیں کسی کمرے میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں جواء کھیل رہے ہیں بدکاری کر رہے ہیں جیسے عام رواج ہو گیا ہے رمضان شریف میں لوگ سر عام ہوٹلوں میں کھانا کھا رہے ہیں اور پھر اس کو جرم بھی نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ یہ روزے والا کام فضول ہے یہ خوامخواہ کی پابندی لگائی ہوئی ہے اور اس طرح کے جو کام ہیں کہ سر عام احکام الٰہی کی نافرمانی کی جائے اور اسے کوئی خاص اہمیت نہ دی جائے کہ کوئی نہیں روٹین کی بات ہے جو ہم کر رہے ہیں تو یہ سب سے بڑا مذاق ہوتا ہے تو اگر کچھ لوگ کسی غلط کام میں لگے ہوئے ہیں تو فرمایا اے مخاطب فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ان سے بچو وہاں سے نکل جاؤ اس لمحے ان کے ساتھ شریک کار نہ رہو وہ تمہارے رشتہ دار ہیں، تمہارے کاروباری شریک ہیں، دوست ہیں، تمہیں ان کے ساتھ کام ہے معاشرے میں رہنے کے لئے تمہیں ان کے ساتھ واسطہ رکھنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی جس گھڑی وہ احکامات الٰہی کے خلاف کر رہے ہوں، دین کا مذاق اڑا رہے ہوں ان سے الگ ہو جائیں۔ دوسری بات ہوتی ہے کوئی زبانی مذاق کرتا ہے۔ جی یہ فضول ہے۔ یہ بھلا کیسی آیت ہے۔ میں نے کئی لوگوں سے سنا ہے بھلا ایسی بھی حدیثیں ہوا کرتی ہیں؟ یہ کون سی حدیث ہے اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں تو یہاں یہ ترجمہ کرنا کہ اے محمد ﷺ یہ یہاں تو کہیں ثابت نہیں جو بات نبی کریم ﷺ سے ہو رہی تھی وہ تو ختم ہو گئی اس کے بعد ایک اصولی بات درمیان

میں آگئی حضور اکرم ﷺ سے بات ہو رہی تھی وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ آپ کی قوم نے اس کا انکار کیا قوم یہاں اس لئے کہہ دیا گیا کہ اکثریت یہاں مکہ مکرمہ میں انکار والوں کی طرف تھی ورنہ مومنین بھی آپ ہی کی قوم میں سے تھے وہ تو تعداد میں کم تھے دوسری طرف تعداد زیادہ تھی یعنی اردو میں اگر ہم سلیس بامحاورہ ترجمہ کریں گے تو وہ یہ ہوگا کہ آپ کی قوم کی اکثریت نے انکار کیا۔ حالانکہ یہ بات حق ہے تو فرمایا آپ ان سے کہہ دیجئے قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اللہ سے منوانا میری ذمہ داری نہیں ہے میں تم پر داروغہ مقرر نہیں کیا گیا ہوں کہ میں ڈنڈے کے زور سے منواؤں میری ذمہ داری خالق کا پیغام، اس کی مخلوق کو پہنچانا ہے آگے پھر جملہ دوسرا آگیا جس کا تعلق امور سے ہے کہ عمومی جملہ ہے کہ ہر چیز اپنے وقت پہ قائم ہوتی ہے اس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ کہ ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اس لئے کہ مثلاً محکمہ موسمیات والے کہتے ہیں کہ کل بارش ہوگی وہ کل آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ سچ تھا یا جھوٹ تھا کل تک کا انتظار تو کرنا ہوگا کوئی خبر دیتا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ گے تو مارے جاؤ گے تو اسی وقت تو نہیں مارا جاتا کوئی۔ وہ ایک وقت لیتی ہے وہاں جانے تک تو فرمایا میں نے بتا دیا آپ ﷺ نے بتا دیا بات ختم ہوگئی اب اگر کوئی تسلیم نہیں کرتا تو وہ نتیجے کا انتظار کرلے وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا نتیجے کا آگے اگلا اصول ارشاد فرمایا عامۃ المسلمین کے لئے کہ جسے ایمان نصیب ہوا ہے اس نے اس معاشرے میں رہنا ہے ان لوگوں کے ساتھ کاروبار بھی کرنا ہے ان لوگوں کے ساتھ لین دین بھی کرنا ہے کسی کے ساتھ مکان کی دیوار سانجھی ہے، ان کے بچے، ان کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں لیکن جس وقت وہ احکام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہوں تو ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ اس وقت ان کے ساتھ نہ بیٹھیں ان کی مجلس میں شریک نہ ہوں۔ ''فَاَعْرِضْ'' ان سے اعراض کرے منہ پھیر لے اٹھ جائے حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ حتیٰ کہ اس موضوع سے ہٹ جائے کسی دوسرے کام میں لگ جائے تو چونکہ کام تو ان لوگوں سے ہے پھر آپ ان سے مل سکتے ہیں کام کرسکتے ہیں اور اگر کبھی ایسی غلطی ہو جائے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ شیطان یہ بات بُھلا دے کہ یہ لوگ تو غلط باتیں کر رہے ہیں ان کے ساتھ کیوں بیٹھا ہوں کچھ دیر شیطان غفلت ڈال دے ان پر مخاطب کے ذہن پر مسلمان کے ذہن پر تو جیسے اسے احساس ہو جائے جیسے اسے یاد آجائے کہ یہ تو غلطی ہوگئی ویسے ہی یہ تو بکواس کر رہے ہیں میں کیوں بیٹھا ہوں تو فوراً اُٹھ جائیں اب اس میں نبی کریم ﷺ کی ذات کو لانا اور یہ سمجھنا کہ شیطان انہیں باتیں بھلا دیتا ہے یہ غلط ہے نبی معصوم ہوتے ہیں اور شیطان کا بس وہاں پہ نہیں چلتا اس طرح کی غلطیاں اگر نبیؑ پر ہونے لگیں تو پھر دین پر اعتبار ہی نہیں رہتا ایک ہی اگر یہ بات مان لی جائے کہ شیطان انہیں بھلا دیتا ہے تو پھر سارے دین کی عمارت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے پھر کیا خبر کہ کون سا کام شیطان نے نہیں کرایا؟ اگر شیطان غلطی کرا سکتا ہے نبی سے تو نبی اس لئے معصوم ہوتا ہے تو اگر نبی ایک کام غلط کرسکتا ہے تو پھر اور بھی کرسکتا ہے تو پھر سارا دین جو ہے وہ مشتبہ ہو جاتا ہے اس پر اعتبار اُٹھ جاتا ہے کیا خبر یہ کام شیطان نے کرایا ہے اس لئے انبیاء سے شیطان اس طرح کا سلوک نہیں کرسکتا۔ انہیں عصمت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے بلکہ صحابہ کرامؓ اور اہل اللہ کو بھی علماء حق نے کہا کہ یہ لوگ معصوم تو نہیں ہوتے لیکن محفوظ ہوتے ہیں انہیں حفاظت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے اور اللہ انہیں گناہ سے بچالیتا ہے تو ترجمہ اگر کسی نے اس طرح کیا ہے تو وہ ترجمہ کرنے والے کو بات سمجھ میں نہیں آئی اس نے تو خلوص سے ہی کیا ہوگا لیکن یہاں میرے پاس جو ترجمہ ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کا نام نامی نہیں ہے۔ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں یہ ترجمہ اس قرآن پاک میں ہے یہ عمومی بات ہے۔ یہ ایک عمومی اصول ہے عامۃ المسلمین کے لئے، کہ ہمارا

ایسا لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے، لین دین ہمارا غیر مسلموں سے بھی ہوتا ہے، بے شمار چیزیں ہوتی ہیں، بیٹھنا بھی پڑتا ہے، باتیں بھی ہوتی ہیں، دنیاوی امور کے لئے آپ ان لوگوں سے ملیں اور بات ان امور تک رہے تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر وہ آیات الٰہی کا مذاق اڑانے لگ گئے ہیں یا احکام الٰہی کا مذاق اڑانے لگ گئے، اب وہ بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور آپ بیٹھے بزنس کی بات کر رہے ہیں تو اس وقت ان سے الگ ہو جائیے۔ جب وہ دین کی خلاف ورزی سے باز آجائیں تو پھر ان سے بات کرلو۔ یہ منع نہیں فرمایا کہ ان سے بات ہی نہ کرو۔ تو معاشرہ انسانی خود اللہ کریم نے ایسا بنایا ہے کہ ایک دوسرے سے ملے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ آپ کو جوتیاں بنانے کے لئے جوتا ساز کے پاس جانا پڑتا ہے۔ کپڑا خریدنا پڑتا ہے۔ کپڑا سلوانا پڑتا ہے۔ چیزیں خریدنا پڑتی ہیں۔ چیزیں بیچنا پڑتی ہیں۔ کوئی بھی زندگی کا مسئلہ تنہا بسر نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک عمومی اصول ہے۔ عامۃ المسلمین اس میں مخاطب ہیں۔ پھر ہو سکتا ہے آدمی پہ کسی وقت غفلت آجائے۔ اسے یاد نہ رہے کہ غلط کام میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو لیکن بیٹھا رہ جائے۔ جیسے یاد آجائے کہ یہ غلط کر رہا ہے۔ فوراً الگ ہو جائے اور یہ بھی اللہ کریم نے رعایت فرمائی ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے کہ شیطان تمہیں بھلا دے اور تم بیٹھے رہو۔ لیکن جیسے یاد آجائے اُٹھ جاؤ۔ تو جتنی دیر بیٹھے رہے ہو وہ بھی معاف ہو جائیں گے کہ غفلت ہو گئی عام آدمی تھا لیکن یہ نبی سے غفلت نہیں ہوتی اس لئے آپ نے یہاں ترجمے میں جو اے محمد! لکھ دیا یہاں صرف حضور اکرم ﷺ کا نام نامی الگ کر دیں تو یہ سارا درست ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں آتی۔ آگے بھی وہی بات ارشاد فرمائی جو لوگ اللہ کی عظمت کا احساس کرتے ہیں۔ بول چال میں بھی، اپنے کردار میں بھی، ان کو ان چیزوں سے نقصان نہیں پہنچتا۔ آگے یہ بھی ارشاد فرما دیا ہے کہ ایسی مجلس میں بیٹھا ہے اور اسے یاد نہیں رہا کہ یہ غلط کر رہے ہیں۔ مجھے اٹھ جانا چاہیے۔ تو جب یاد آئے تو اٹھ جاؤ۔ تو وہ دیر جو گزر گئی اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا۔ جب بھی اسے احساس ہوا وہ الگ ہو گیا تو اسی لئے فرمایا کہ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ تو جو لوگ جرم کر رہے ہیں وہ اپنا حساب خود دیں گے ان کی باز پرس اس سے نہیں ہوگی جس کے دل میں عظمت الٰہی کا احساس موجود ہے۔ اگر اس سے بھول ہو گئی اور وہ کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا جیسے ہی یاد آیا الگ ہو گیا تو اس کو تاخیر کی معافی مل جائے گی اس کو اس جرم میں شریک نہیں سمجھا جائے گا۔ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ ہاں! یہ نصیحت ہے کہ تمہیں عظمت الٰہی کا احساس نصیب ہوگا۔ تو یہ جو آپ نے یہاں لکھا ہے کہ خط کشیدہ عبارت گستاخی معلوم ہوتی ہے یہ ترجمہ صحیح نہیں اس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر نہیں ہے یہ عامۃ المسلمین کے لئے ہے۔ اب دیکھئے ہمیں سمجھنا اس سے یہ ہے کہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کوئی کر رہا ہے تو یاد رکھیں کافر پہ سب سے پہلے فرض ہے ایمان لانا جب تک ایمان نہیں لاتا احکام شریعت کا مکلف نہیں ہوتا مثلاً وہ ایمان نہیں لایا تو اس پہ نماز فرض نہیں ہے وہ ایمان نہیں لایا تو اس پہ روزہ فرض نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کافر آج مسلمان ہوتا ہے تو آج سے آگے اس کا روزہ شروع ہو جائے گا پچھلے اس پر فرض نہیں تھے۔ ان کی قضا نہیں دے گا ساٹھ سال کی عمر میں ایمان لایا ہے تو ساٹھ سال کے روزے کی قضاء فرض نہیں ہے کافر پر فرض ہی نہیں۔ ایمان لائے گا تو فرض ہوں گے۔ لیکن احکام الٰہی کی دیدہ دلیری سے خلاف ورزی کرنا یہ گستاخی ہے ایمان لائے یا نہ لائے احکام الٰہی کی بر سر عام خلاف ورزی نہ کرے تو اگر کافر کی گرفت اس کی مرضی پر ہے تو کفر ہی اس کی گرفت کے لئے کافی ہے لیکن اس پر مزید بوجھ لاد دیا گیا کہ یہ صرف کافر نہیں یہ میرے احکام کا مذاق اڑاتا ہے تو جب ہمیں اللہ نے نور ایمان نصیب فرمایا ہم ایمان لے آئے ہم نماز روزہ کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں قرآن شریف پڑھتے ہیں درود شریف پڑھتے ہیں پھر ہم

بر سر عام احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو کیا اس پر کتنی گرفت آئے گی؟ کاروبار کرتے ہیں اس میں دھوکہ کرنے لگ جائیں چیزوں میں ملاوٹ کرنے لگ جائیں ذخیرہ اندوزی کرنے لگ جائیں جس طرح آج کل کھانے پینے والی روزمرہ کی چیزوں کو روک کر ان کے ریٹ بڑھا دیئے جاتے ہیں پھر جان بوجھ کر ایسا کیا جاتا ہے پھر اس کے ساتھ ہمارا دعویٰ ایمان بھی ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں تو اس میں سوچنا یہ ہے کہ کافر جو شریعت کا مکلف نہیں اگر وہ سر عام احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو عمداً کرتا ہے تو وہ شمار ہوتا ہے کہ یہ میری رٹ کو چیلنج کر رہا ہے تو کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی ایسے کام کرتا ہے تو کتنا بڑا جرم ہوگا کلمہ پڑھنے کے بعد تو وہ اطاعت کا مکلف ہوگیا تو یہاں ان آیات سے یہ بات سمجھانا مقصود ہے کہ غلطی ہو جانا اور بات ہے جیسے یہاں سمجھا دیا گیا ہے اگر شیطان نے کچھ دیر غفلت ڈال دی ذہن پر اور سمجھ نہیں آئی کچھ دیر بیٹھا رہا تو جیسے ہی یاد آجائے فوراً الگ ہو جائے غلطی ہوگئی۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ معافی چاہے لیکن غلطی کو غلطی سمجھے، گناہ کو گناہ سمجھے اس کے لئے جواز تراشنا نہ شروع کردے اور اُسے پیشہ نہ بنا لے اور یہی غفلت عام ہے یہ جو سر عام کھاتے پیتے ہیں رمضان شریف میں کلمہ گو مسلمان ہیں جو ہوٹل چلا رہے ہیں وہ بھی مسلمان ہیں، جو ہوٹلوں میں کھا رہے ہیں، وہ بھی مسلمان ہیں۔ کچھ عذر شرعی ہیں، کوئی بیمار ہے، روزہ نہیں رکھ سکتا، قضاء کر سکتا ہے یا عمر کے اس حصے میں ہے جہاں واپس صحت کے ملنے کی امید نہیں ہے تو کفارہ ادا کرتا ہے، پیر فرتوت ایسا بوڑھا جسے صحت سے یہ امید نہ رہے کہ پھر صحت مند ہو کر روزہ رکھ سکے گا اس کے لئے کفارہ ہے یا جوان ہے صحت مند ہے وقتی طور پر بیمار ہوگیا ہے رمضان شریف میں یا مہینے بعد یا مہینے دو چار کے بعد اس کے لئے قضاء ہے وہ روزہ قضاء کرے یا جتنے روزے اس کے چھوٹے ہیں اتنے ہی قضاء کرے گا اسے کوئی سزا نہیں دی اللہ کریم نے۔ لیکن ان کے لئے بھی یہ اجازت نہیں رکھی کہ سر عام کھاتے پیتے رہیں کہ جی میں نے تو کفارہ دینا ہے تو مجھے لوگوں کے سامنے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ احکام الٰہی کا مذاق نہیں اڑا سکتے اگر روزہ نہیں ہے تو وہ بات اس کے اور اس کے اللہ کے درمیان ہے وہ اس کی حالت سے واقف ہے اس نے اسے یہ رعایت دی ہے کہ وہ کفارہ دے یا قضاء کرے تو جو صحت مند ہے اور خواہ مخواہ اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے۔ احکام شریعت کو یہ روزہ تو سال میں ایک مہینہ ہوتا ہے اور دن میں پانچ نمازیں ہوتی ہیں کتنے لوگ جو نماز نہیں پڑھتے کوئی عذر شرعی نہیں ہوتا ان کے پاس۔ وہ نمازیں نہیں پڑھتے تو یہ سارے کام عمداً اور ارادتاً اہمیت نہ دینا مذاق ہے احکام الٰہی کا۔ تو فرمایا جب وہ اس میں مصروف ہو تو اس کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے فرمایا جب وہ کسی دوسرے کام میں لگیں تو کوئی لین دین ہے تو اس وقت وہ لین دین کر سکتے ہیں تو بات تو کافر کی ہو رہی ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے وہ اس طرح سے کرتے ہیں کہ جو کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اس طرح کرے تو کتنا بڑا جرم ہوگا اس لئے ہمیں دیکھنا یہ ہوگا کہ دوسروں سے پہلے ہم اپنے آپ کو دیکھیں عبادات میں اطاعت میں لین دین میں معاملات میں اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کے احکام کی اطاعت کریں غلطی ہو جائے تو غلطی مان کر اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہیے اس کے لئے جواز نہیں تراشنے چاہییں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی غلطی کے لئے لوگوں کو تو جواز تراش کے چپ کرا دیں اللہ کی بارگاہ میں تو وہ نبی کریم ﷺ نے ایک تنازعہ سنتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کوئی دو بندے اپنا تنازعہ لے کر میری بارگاہ میں آتے ہیں تو ایک باتیں کم کرتا ہے اور وہ حق پر ہے اور دوسرے کو باتیں بہت کرنا آتا ہے لیکن اس کا حق نہیں بنتا عین ممکن ہے کہ باتوں کے زور پر اور وہ باتیں کر کے وہ اپنا حق منوا لے لیکن وہ قیامت کو اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ باتوں میں نہیں آئے گا۔ میں تو انسان ہوں، ہوسکتا ہے مجھے کوئی چرب زبان آدمی دھوکہ

دے دے۔ اور جس کا حق بن سکتا ہے وہ بات نہ سمجھا سکتا ہو۔ وہ رہ جائے۔ ایسا ممکن ہے یہ حضور اکرم ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ جب میرے پاس جھگڑے لاتے ہو تو باتیں مت بناؤ حقائق میرے سامنے رکھو اگر نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پکڑے جاؤ گے ہوسکتا ہے کہ یہاں تو جیت جاؤ اور یہاں سے کامیاب ہو جاؤ لیکن وہ کامیابی وقتی اور عارضی ہو گی جب اللہ کے حضور پیش ہو گے تو گرفت آجائے گی تو ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو اس معاشرے میں رہنا ہے معاشرے کا لین دین ہے لوگوں سے کاروبار ہے ہمارے حکمران بعض اوقات ایسی ہانکتے ہیں لیکن کیا ہم ان سے لڑنا شروع کر دیں گلے کاٹنا شروع کر دیں۔ جب اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں ان سے الگ رہو اس میں حصے دار نہ بنو وہ اپنا حساب خود دیں گے۔ اگر شیطان بات بھلا دے، کچھ دیر وہاں بیٹھو اور جب یاد آجائے تو علیحدہ ہو جاؤ تو وہ کچھ دیر بیٹھنے کا جرم تھا فرمایا اس کے بارے میں نہیں پوچھوں گا اس لئے کہ کمزوری تھی جیسے اسے یاد آیا وہ الگ ہو گیا تو ان کا مفہوم یہ ہے۔ اور یہاں ترجمہ کرنے میں اگر کسی نے کہا ہے اسے غلطی لگی اور اگر آپ نے اپنی طرف سے اے محمد لکھ دیا ہے تو آپ کو غلطی لگی ہے عمومی اصول آگے ارشاد کیا جا رہا ہے پچھلی بات پیچھے ختم ہو گئی اس کے بعد ایک اصولی بات آئی کہ ہر کام کے ہونے کا ایک وقت ہے ''**کل شیئی مرھونْ با وقتِھا**'' ہر چیز اپنے وقت کی مرہون ہوتی ہے محتاج ہوتی ہے جب آتا ہے تو ہو جاتی ہے ہر کام پہ وقت لگتا ہے تو اصول یہ ارشاد فرمایا نہ یہ کہ گناہ میں شریک ہو جاؤ بلکہ خطا کار اگر خطا کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھو بھی نہیں اس میں شرکت بھی نہ کرو چار بندے جواء کھیل رہے ہیں دو کھیل نہیں رہے تو بیٹھ کر تماشا دیکھ رہے ہیں فرمایا یہ بھی درست نہیں ہے دین کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ اس میں حصہ تو نہیں لے رہے لیکن بیٹھے ہیں۔ فرمایا نہیں بیٹھو۔ اگر کام ہے تو جب یہ موضوع چھوڑ دیں تو دوسرے موضوع کی طرف آئیں تو دین نام اس جذبے کا ہے جو اللہ کی اطاعت کے لئے اس قوت سے دل میں پیدا ہو جائے کہ اللہ کی نافرمانی سے نافرمانوں کا ساتھ دینے سے رک جائے عبادات کا حاصل ہی یہ ہے جتنی عبادات اللہ نے عطا فرمائی ہیں حقیقتاً ان کا حاصل یہ ہے احباب سمجھتے ہیں میں پانچ نمازیں فرض پڑھتا ہوں اور میرے کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے۔ بھئی نماز کاروبار کے خسارے کے لئے تو نہیں ہے کاروبار میں اگر خسارہ ہو رہا ہے تو کاروباری غلطی کوئی ہو رہی ہو گی کہیں اپنے کاروباری نظام کو دیکھیں کوئی غلطی کریں گے تو خسارہ ہو گا لیکن عبادت اس تعلق کو قائم کرنے کے لئے ہے **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ** (سورۃ العنکبوت 45) اللہ سے ایسا تعلق عبادت قائم کر دیتی ہے چونکہ اللہ کا مخلوق کا تعلق ہی عبدیت کا ہے وہ معبود ہے ہم عابد ہیں اور سب سے اعلیٰ مقام عبدیت ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی شان میں بھی فرمایا گیا ''عبدہ ورسولہ'' عبد پہلے فرمایا رسالت مآب ﷺ کو بہت بڑی عظمت ہے۔ آپ تمام انبیاءؑ کے بھی امام ہیں لیکن رسالت کو بعد میں رکھا ''عبدہٗ ورسولہٗ'' علامہ مرحوم نے فرمایا ''عبد دیگر عبدہٗ چیز دگر'' عبد تو ساری مخلوق ہے لیکن عبدہٗ دوسری بات ہے۔ وہ ایک شاعر نے کہا تھا کہ

مالک سب کا ایک ہے' مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو ملے نہیں' اربوں میں جا دیکھ

تو عبادات کا حاصل ہی یہ ہے کہ بندے کو اپنے مالک سے عبدیت حاصل ہو جائے اپنے بندہ ہونے کا تعلق اور شعور پختہ ہو جائے۔ اب اسے یہ احساس ہو کہ مجھے وہ کرنا ہے جو میرے پروردگار کو پسند ہے اور جس سے اس نے روک دیا ہے اس سے رک جانا ہے یہ حاصل ہے دنیاوی حیات کا یہ احساس زندہ ہو جائے تو عمل تھوڑا سا بھی ہو جائے تو درجات کے لئے کافی ہے یہ احساس نہ ہو تو سارے اعمال محض اداکاری بن کر رہ جاتے ہیں اس سے حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ کریم یہ احساس عطا فرمادے اور بندے کو اطاعت کی توفیق

عطا فرمادے۔ توفیقیں اسی کی طرف سے ہیں بندہ طلب صادق تو پیدا کرے۔ یہ مجاہدے یہ سارے مراقبات یہ سارے اذکار ساری عبادتیں اس کیفیت کے حصول کے لئے ہیں۔ یہ جو تصوف میں بہت سی چیزیں در آئی ہیں اور آج کل اسے دین کے بالکل مقابل کھڑا کر دیا گیا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ دین کے خلاف ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ یار لوگوں نے اپنی کمزوریوں کے باعث اس کو بھی دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے تصوف کے نام پر لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا مادی فوائد حاصل کرنا شروع کر دیئے تو یہ ایک الزام جو تھا بہتان جو تھا وہ دین پہ آ گیا۔ تصوف دین سے الگ چیز نہیں ہے بلکہ دین پر ہم جو یقین رکھتے ہیں یا عمل کرتے ہیں یا جو ہمارا دعویٰ ہے اس میں خلوص پیدا کرنے کے لئے جو محنت کی جاتی ہے اسے تصوف کہتے ہیں۔ دین پر جو عمل ہم کرتے ہیں اس میں خلوص اور خشوع وخضوع پیدا کرنے کے لئے جو محنت کی جاتی ہے وہ تصوف ہے اسی طرح بڑے اعتراضات، مشاہدات اور کشف پر ہوتے ہیں۔ لیکن واقعی جنہیں کشف ہوتا ہے، دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے ذہن میں یا دل میں جو بات آتی ہے قوتِ متخیلہ اسے متشکل کر دیتی ہے وہ سمجھتے ہیں انہیں کشف ہوا ہے۔ انہیں کشف نہیں ہوتا کشف محض اللہ کی عطا ہے اور جنہیں کشف ہوتا ہے ان کے لئے تو مصیبت بن جاتی ہے۔ اس زمانے میں ہوائی سفر بہت کم ہوتا تھا بلکہ تھا بھی نہیں لوگ بحری جہاز میں جاتے تھے پھر اس میں بڑی آسانی ہوگئی پہلے تو لوگ ٹرینوں میں بمبئی جاتے تھے پھر بمبئی سے وہ بحری جہاز بڑا وقت لے لیتا تھا دو تین مہینے لگ جاتے جدہ جاتے میں۔ پھر وہاں بڑا وقت لگتا تھا آنے جانے میں کم از کم ایک سال لگ جاتا تھا یہاں نور پور میں ایک خطیب ہوا کرتے تھے۔ جامع مسجد کے اللہ انہیں غریق رحمت کرے بزرگ آدمی تھے ان سے میں اس زمانے کی باتیں پوچھتا رہا تو سناتے رہے کہ اس زمانے میں وہ یہاں سے بمبئی گئے۔ بمبئی سے جدہ پھر پیدل چلتے تھے لوگ یا اونٹ کرائے پہ ملتے تھے وہ اس طرح سے وہاں بھی گاڑیاں عرب میں بھی نہیں ہوتی تھیں یا پیدل چلتے تھے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ یا کسی کے پاس پیسے ہوتے تو اونٹ کرائے پہ لے لیتا تو وہ سارے حالات مجھے سناتے رہتے تو میں نے پوچھا حضرت اس سال کے عرصے میں کتنا خرچ ہوا تھا آپ کا تو کہنے لگے کہ 160 روپے۔ گھر سے چل کر حج کر کے واپس گھر آنے تک ایک سال کا وقت لگتا تھا اور 160 خرچ ہوتے پھر اللہ نے وسائل بنا دیئے پھر پاکستان بن گیا جہاز کراچی سے جانا شروع ہوگیا۔ آج کا مجھے پتہ نہیں پھر یہ جہاز بھی ایک مہینہ میں لے جاتا تھا جدہ پہنچنے کے لئے اب تو بحری جہاز بھی زیادہ سپیڈ والے آگئے ہوں گے یا کیا ہوگا تو یہ کشف یا مشاہدہ ہوتا ہے یہ ان کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب حج پر گئے تو تیس دن جہاز پہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ انہیں کشف ہوتا تھا۔ کہتے تھے یار کھانا حلال بھی نہیں ہے پاک بھی نہیں ہے میں تو نہیں کھا سکتا۔ کشف اس لئے نہیں ہے کہ کسی کو بات بتا کر اس پر اپنا رعب جھاڑو یہ تو بندے کے لئے ایک اور مصیبت بن جاتی ہے۔ وہ اس کے مکلف تو نہیں تھے انہوں نے تو پیسے دیئے تھے جو کچھ انہیں ملتا وہ کھاتے۔ وہ تو مکلف ان کی حلت وحرمت کے نہیں تھے یہ تو وہ دے رہا تھا وہ شخص ذمے دار تھا شرعاً تو وہ ذمہ دار تھا اگر اس نے خرید وفروخت میں کوئی ہیرا پھیری کی ہے اگر چوری سے چاول لے آئے ہیں تو اس میں مسافر کا تو کوئی قصور نہیں ہے لیکن اب انہیں چونکہ مشاہدہ ہوتا تھا وہ دیکھتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نہیں کھاتا۔ تیس دن بھوکے رہے تو یہ چیزیں تو ہمارے رویوں نے بہتان بنا دیا پہلی بات تو یہ ہے کہ کشف ثمرات کی قسم سے ہے پھل ہے جو من جانب اللہ ہوتا ہے اور اہل اللہ کو ہوتا ہے۔ گناہ سے بچانے کے لئے یہ اللہ کی ایک عطا ہوتی ہے کہ بظاہر جو چیز جرم نظر نہیں آرہی ہے اگر اس کے اندر کوئی برائی چھپی ہوئی ہے تو صاحب کشف کو وہ سمجھ آجاتی ہے

اگر ہم اب اس پہ اس طرح استعمال کرنے لگ جائیں کہ تیرے بیٹے کو نوکری مل جائے گی تیرا بیٹا پیدا ہوگا تیرے کاروبار میں ترقی ہوگی یہ کام تو نجومیوں کا فالیوں کا دوسرے پیشہ وروں کا ہے اور امور الٰہی میں مداخلت کی جاسکتی ہے کہ اللہ یہ کرے گا یہ نہیں کرے گا پھر دوسری بڑی بات یہ ہے کہ پھر واقعی کوئی صاحب کشف ہے وہ اپنے کشف پر خود عمل کرنے کا پابند ہے اگر اس کا کشف شرعی حدود کے اندر ہے اگر شریعت سے ٹکراتا ہے تو وہ ہے ہی باطل پھر وہ کشف نہیں شیطانی القاء ہے کسی ولی اللہ کو کوئی ایسا کشف نہیں ہوگا جو حضور اکرم ﷺ کے احکام کے خلاف ہو اگر کوئی ایسی بات ہے تو شیطانی استدراج ہے۔ شیطان کی طرف سے دکھایا جارہا ہے کہ وہ کشف شرعی حدود کے اندر کشف ہوتا ہے تو وہ خود مکلف ہے اس پر عمل کرنے کا اگر نہیں کرے گا تو دنیاوی پریشانیاں آئیں گی۔ دوسرے اس کے مکلف نہیں ہیں۔ اب موسیٰؑ کی والدہ کو الہام ہوا کہ بیٹے کو دریا میں پھینک دو تو کیا بنی اسرائیل کی ساری عورتیں، بیٹے دریا میں پھینک دیتیں۔ انہوں نے پھینک دیا وہ مکلف تھیں اس پر عمل کرنے کی لیکن کوئی دوسری عورت مکلف نہیں تھی کہ بتاتی بچوں کو دریاؤں میں پھینک دو تو کیا ساری دریاؤں میں پھینک دیتیں بچوں کو۔ سارے پھر نبی بن جاتے نہیں ڈوب جاتے پھینکتی ہی کیوں تو جب کسی صاحب کشف کا دوسرا بندہ ماننے کا مکلف نہیں تو مجھے لوگوں پہ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کشف والوں سے باتیں پوچھتے کیوں ہیں؟ وہ اس کے مکلف ہی نہیں جب وہ ان کے مکلف ہی نہیں ان کو اس کا فائدہ ہی نہیں ہے اور جنہیں کشف ہوتا ہے وہ بتاتے بھی نہیں۔ ہمارے ساتھ چار پانچ ساتھی ہم ہوتے تھے اس سے زیادہ حضرت کسی کو لیتے نہیں تھے تو بڑی چھان بین کے بعد کسی ایک بندے کو لیتے تھے چونکہ میں نے بھی جب عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے اپنے خادموں میں شامل فرمالیں تو مجھے آج بھی اسی طرح یاد ہے کہ حضرت نے فرمایا قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (سورۃ النمل 34) کہ فاتح اور حکمران جب کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو اسکی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے اور بڑے بڑے سرداروں اور رئیسوں کو رسوا کر دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ عشقِ الٰہی سب سے بڑا فاتح ہے اور سب سے بڑا سلطان ہے۔ یہ جب دل میں آتا ہے تو زندگی کی تہوں تک کو اکھیڑ کر اُلٹ دیتا ہے اور جن چیزوں کو تم باعث عزت، باعث فخر اور بڑی اعلیٰ سمجھتے ہو وہ ان کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ تم بڑی آسانی سے کہہ رہے ہو یہ بہت مشکل کام ہے۔ حضرت تشریف لائے تھے۔ پدھڑار جلسہ تھا۔ پھر کلر کہار ہوا پھر جاتے ہوئے حضرت تشریف لے گئے کوئی ایک ہفتہ وہ ایک ہفتہ میں ساتھ رہا لیکن حضرت نے مجھے ذکر میں ساتھ نہیں بٹھایا وہاں سے واپس تشریف لے گئے اس کے بعد وہاں میں حضرت جی کے درِ دولت پہ حاضر ہوا تو فرمایا اچھا پھر تمہارا ارادہ پکا ہی ہے تو آجاؤ ایک ہفتہ میں ساتھ سارے جلسوں میں پھرتا رہا تو حضرت نے سلسلے میں نہیں لیا کہ یہ مشکل کام ہے تم اور طرح کے بندے ہو یہ اور طرح کی بات ہے جن باتوں کو تم باعثِ فخر سمجھتے ہو ان پر تمہیں شرم آنی شروع ہو جائے گی اور جن چیزوں کو تم اہمیت نہیں دیتے وہ تمہارے لیے اہم ہو جائیں گی۔ یہ تہ و بالا ہو جاتی ہے یہ دنیا بس چھوڑو بس چھوڑ رہنے دو۔ تو ان دنوں جو چار پانچ ساتھی ہوتے تھے بڑے اچھے مشاہدات تھے ان کے محنت بھی بہت کرتے تھے رات دن مجاہدہ بھی بہت ہوتا تھا مجھے یاد ہے جب ہم لطائف کرتے تھے سردیوں کی راتیں ہوتی تھیں۔ سخت سردی ہوتی تھی اس باوجود عشاء کے بعد ہم گڑ کا شربت پیتے تھے ورنہ معدے سے خون آنا شروع ہو جاتا تھا سب کو تو وہ سردی میں ٹھنڈا شربت پیتے تھے اور بیگ میں پھٹکری رکھتے تھے۔ ہمیشہ منہ پھول جاتا تھا چھالے چھالے ہو جاتے تھے تو پانی میں پھٹکری سے ہلکے ہلکے غرارے کرتے تھے۔ منہ پھول جاتا تھا ذکر کی گرمی سے تو پھر وہ ایک

دوسرے کے ساتھ رونقیں بھی لگائے رکھتے تھے۔ مذاق بھی کرتے تھے۔ایک دن قادیانیوں کے خلاف پچنند میں ایک جلسہ تھا ہم چار پانچ ساتھی حضرت جی کے ہم رکاب تھے چکڑالہ سے پیدل پچنند گئے اور پیدل چکڑالہ آئے راستے میں چکڑالے کا ایک بندہ قتل ہوگیا بہت اچھے ساتھی تھے ایک کا نام تھا خان زمان غریق رحمت کرے وصال ہوگیا اس کا۔اس نے قاضی صاحب کو پکڑ لیا کہ قاضی صاحب یہاں جو پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو یہاں ہمارے رشتہ دار قتل ہوگئے ہمارے اس پورے علاقے میں یہ رواج تھا کسی کا کوئی بندہ قتل ہوتا تو جہاں وہ قتل ہوتا وہاں پتھروں کا ایک ڈھیر بنا دیتے چھوٹی سی بوتی بنا دیتے تب تک اسے قائم رکھتے تھے جب تک اس کا بدلہ نہیں لے لیتے تھے جب اس کے بدلے میں کسی کو قتل کر دیتے اور جن کا قتل ہوتا وہ ڈھیر بناتے رہتے یہ ہوگیا تھا کہ چلو یہ قرضہ اتر گیا یہ رواج ہوگیا تھا وہاں ڈھیری سی بنی ہوئی تھی قاضی صاحب خاموش ہوگئے واپس آگئے ہم چکڑالہ چونکہ حضرت نے کہیں اور جانا تھا گھر سے پیدل اڈے کی طرف آئے تو وہ راستہ قبرستان سے گزرتا تھا تو وہاں اس شخص کی قبر تھی تو اسی خان زمان نے کہا قاضی صاحب خیال فرمائیں یہ صاحب قبر کون ہیں۔ کہنے لگے یار یہ تو لالو میں اس طرح کی اس میں سے بو آتی ہے جس طرح تم نے مجھے پتھروں کی اس ڈھیری پہ کھڑا کیا تھا ناں وہاں جو بو آتی تھی یہ وہی بندہ لگتا ہے ان پتھروں کی ڈھیری پہ تم نے مجھے کھڑا کیا تھا تو وہاں اس طرح کی تھی حالت یہ وہی بندہ ہے اس نے کہا یہ بندہ تو وہی ہے جو وہاں قتل ہوا تھا یہاں دفن کیا تھا اصل میں قاضی صاحب میں نے یہ ساری بات اس لئے چھیڑی ہے کہ اس سے پوچھ کے بتائیں تو سہی اسے قتل کیا کس نے ہے؟ تو فوراً جیسے کوئی بندہ نیند سے چونک جاتا ہے دو قدم پیچھے ہو جاتا ہے انہوں نے کہا اللہ نے نہیں بتایا تو میں کون ہوتا ہوں بتانے والا؟ بتانا ہوتا تو وہ خود ظاہر کر دیتا۔ جب چاہے گا ظاہر کر دے گا، تو میری کیا حیثیت ہے میں کیوں بتاؤں؟ مجھے اس میں کیوں ڈالتے ہو؟ جنہیں کشف ہوتا ہے انہیں اللہ یہ بصیرت بھی عطا کر دیتا ہے اور اس طرح کے معاملات میں دخل نہیں دیتے اور احکام شریعت کی پابندی کے لئے وہ ان کے لئے مشعل راہ بن جاتا ہے وہی بندہ مہینہ بیس دن پانی پہ گزارا کرتا رہا کھانا نہیں کھایا کہ میں دیکھتے دیکھتے کیسے کھالوں؟ مجھے نظر آرہا ہے حرام ہے میں کیسے کھالوں؟ تو یہ انعام الٰہی، اطاعت الٰہی کے لئے ہوتا ہے اس لئے نہیں ہوتا کہ فلاں کا کاروبار چلے گا یا نہیں چلے گا فلاں کی بھینس گم ہوگئی، فلاں کا بیٹا بھاگ گیا۔ان چیزوں کے لئے نہیں ہوتا، امور کے لئے کوئی صاحب کشف نہ کسی دوسرے کو بتانے کا مکلف ہے نہ اس پر اعتبار کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ کشف کا اصول یہ ہے کہ کسی کو واقعی مشاہدہ ہوتا ہے کشف ہوتا ہے حضرت فرمایا کرتے کہ برزخ میں نگاہ وسیع ہو جاتی ہے مادی آلائش روح سے دور ہو جاتی ہیں اور وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے لیکن فرماتے تھے سگے بیٹے پر پہاڑ ٹوٹ رہا ہو اور اسے خبر نہ ہو تو وہ دیکھتے رہتے ہیں وہ بیٹا صاحب کشف بھی ہو تو اس کے ساتھ وہ بات نہیں کرتے کہ تم پر پہاڑ گر رہا ہے حضرت ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ احکام الٰہی میں کسی کو جرأت ہے دخل دینے کی؟ کسی کو کیا پڑی ہے کہ اس کے امور میں مداخلت کرے تو خیر وہ آیہ کریمہ کی بات تو ہوگئی میں صحیح جواب سمجھا سکا کہ نہیں میں نے کوشش تو کی تھی۔ یہ بات تو ویسے ضمناً سامنے آگئی یہ سارا محنت اور مجاہدہ اس لئے ہے کہ جذبہ ہم میں پیدا ہو جائے کہ گناہ کرنا تو دور کی بات گنہگاروں کے ساتھ بوقت گناہ بیٹھنا بھی گوارا نہ ہو۔ یہ مزاج بن جائے۔ دل میں یہ کیفیت آ جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

"انسان کی عبادت اپنی ذات کے لئے"

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ﴿۱۹﴾ (الانبیاء آیت 19)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ارض وسما میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کریم کے قبضہ قدرت میں ہے اس کا اطاعت گزار ہے۔ اس کی ملکیت ذاتی ہے۔ کسی کی اس میں کوئی شراکت نہیں۔ اور ہر چیز خواہی نخواہی اس کی اطاعت پر مجبور ہے۔ وہ پسند سے اطاعت کرے یا اسے اطاعت پسند نہ ہو۔ وہ چاہے یا نہ چاہے بجز اطاعت الٰہی کے اسے کوئی چارہ نہیں۔ پھر فرمایا بے شمار ایسے ملائکہ ہیں جنہیں قربِ الٰہی نصیب ہے اس کی عبادت سے نہ تو کوئی انہیں عار آتی ہے اور نہ ہی وہ اس سے تھکتے ہیں۔ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ (سورۃ الانبیاء آیت 20) رات دن کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جب وہ عبادت نہ کر رہے ہوں ان کی حیات ان کی غذا ان کی دوا سب ذکرِ الٰہی ہے۔ جس طرح ہماری زندگی دل کی دھڑکن سے ہے۔ سانس کی آمد و شد سے ہے اب کوئی بندہ سانس لیتے نہیں تھکتا۔ شکم مادر سے دل کی دھڑکن شروع ہوتی ہے تو ساری زندگی دم واپسیں تک وہ دھڑکتا رہتا ہے۔ اس میں کوئی انقطاع نہیں آتا۔ جس طرح سے اللہ کریم نے کچھ ملائکہ پیدا کر دیئے ہیں جو صرف عبادت ہی کرتے رہتے ہیں مفسرین کرام فرماتے ہیں کچھ ہیں جو قیام میں ہیں اور ہمیشہ قیام ہی میں رہتے ہیں۔ کچھ رکوع میں ہیں اور ہمیشہ رکوع میں ہی رہیں گے۔ کچھ سجدے میں ہیں اور ہمیشہ سجدے میں ہی رہیں گے۔ تو یہ ذکر ہو رہا ہے کہ انسان کو پسند ناپسند پر جب اختیار دیا گیا اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا (سورۃ الدھر آیت 3)

ہم نے راستہ دکھا دیا ہے انسان کو اختیار دیا ہے کہ وہ شکر کی راہ پسند کرتا ہے یا ناشکری کی۔ تو فرمایا گیا یہ اللہ پر احسان نہیں ہے کہ کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری عبادت کرنے سے یا نہ کرنے سے کچھ ہو گا تو بے شمار ایسے فرشتے ہیں جن کا کام بجز عبادت کے ہے ہی کچھ نہیں اور اسے ان کی بھی عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ جو عبادت کرتا ہے خود رحمت الٰہی کو پاتا ہے۔ وَمَن جاھد فانما یجاھد لنفسہٖ جو محنت کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے، اپنی ذات کیلئے کرتا ہے۔ اللہ پر

احسان نہیں کرتا تو یہ جو لوگوں کو خیال ہوتا ہے، بہت سے لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ میں عبادت کرتا ہوں تو میں کوئی شاید بڑا پیر بن گیا ہوں۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں عبادت بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں ساری عبادات پر عمل کرتا ہوں پھر میرا کاروبار نہیں چلتا۔ میری اولاد بیمار ہوگئی ہے۔ میرا بیٹا بے روزگار ہے دنیا کے حالات اس لئے ایسے ہیں کہ دنیا عالم اسباب ہے، اللہ کریم نے آپ کو عقل دی ہے، شعور دیا ہے، ہاتھ پاؤں دیئے ہیں اور اس کے ساتھ دنیا آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ اگر آپ کو کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے تو کاروباری طریقے میں کمی ہوگی۔ کہیں غلطی کر رہے ہوں گے۔ ملازمت نہیں مل رہی شاید آپ کے بیٹے نے ایسی اہلیت حاصل نہ کی ہو جو ملازمت کی شرائط ہیں۔ یہ جو دنیا کا نظام ہے۔ صالح غذا کھائے گا صحت ٹھیک ہوگی۔ خراب کھائے گا، خراب ہو جائے گی۔ یہ اللہ کا بنایا ہوا نظام ہے۔ تو دنیاوی امور کو دنیاوی نظام کے مطابق دیکھنا چاہیے اور پھر اس میں حلال و حرام ہے۔ جائز و ناجائز ہے، وسائل میں جائز وسائل اور درست وسائل اختیار کئے جائیں اور صحیح سلیقے سے کئے جائیں۔ تو یہ دانش کو صحیح طرف لے جاتے ہیں۔ آبادی بڑھ گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے آج سے سوا چودہ سو سال پہلے اس کا علاج بتایا تھا۔ آپ ﷺ کے ارشادات عالی کا مفہوم ہے کہ شہروں کو بڑھنے نہ دو۔ اگر سمجھتے ہو ایک شہر گنجان ہو گیا ہے اس کے ساتھ دوسرا شہر بسالو۔ کچھ فاصلے پر تیسرا شہر بسالو۔ شہروں کی آبادی کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ تمہارے لئے مسئلہ پیدا ہو جائے۔ کتنا سہل علاج ہے آج بھی۔ جیسے لاہور، شاہدرہ سے شروع ہوتا ہے اور قصور جا کر ختم ہوتا ہے۔ اگر یہی ایک کی بجائے پانچ بن جاتے، چھ بن جاتے، دس، بیس میل کے فاصلے پر تو یہ مسئلہ نہ ٹریفک کا پیدا ہوتا نہ بجلی کا پیدا ہوتا۔ اب پورے لاہور میں میرا نہیں خیال کہ حکومت کے پاس کوئی نقشہ ہو کہ کہاں کی بجلی کہاں سے جا رہی ہے؟ جہاں جہاں سے شہر بڑھتا گیا آگے تار سے تار جوڑے گئے اور کسی کو پتہ نہیں۔ واپڈا والوں کے پاس پورے لاہور کا اب کوئی نقشہ نہیں ہے۔ لیکن انہیں ایک مصیبت کھائی جا رہی ہے کہ انہوں نے وہ کرنا ہے جو مغرب والے کہتے ہیں۔ تو کوئی انہیں بتا دے کہ عرب کی سرزمین بھی یہاں سے مغرب میں ہی ہے اگر مغرب ہی سے پوچھنا ہے تو نزدیک سے پوچھ لو۔ اتنی دور کیوں جاتے ہو؟ کتنا خوبصورت حل بتایا نبی کریم ﷺ نے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پہلی دفعہ فوجی چھاؤنیاں بنوائیں اور انہیں شہروں سے الگ کر دیا۔ پانچ دس میل کے فاصلے پر ہوتی ہیں اب دیکھ لیں شہر کی چھاؤنیاں اسی طرز پر بنائی ہیں جو انگریزوں کے دور میں بنائی تھیں اب شہر بستے بستے وہ درمیان میں آگئی ہیں اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے نہ فوجی بچ سکے سول کی دراندازی سے نہ سول محفوظ ہے فوجی گاڑیوں سے۔ یہ شریعت مطہرہ ہے دنیاوی اسباب کے بھی سلیقے بتائے ہیں اور اگر اس طرح اختیار کئے جائیں تو اللہ رازق ہے۔ رزق میں برکت دے گا۔ بیماریوں سے "کل داءٍ دواء" کا علاج پیدا کر دیا ہے۔ صحیح علاج کیا جائے۔ دنیاوی امور کفار کے بھی صحیح ہوتے رہتے ہیں جب وہ صحیح اسباب اختیار کرتے ہیں۔ دنیاوی نتیجہ انہیں بھی ملتا رہتا ہے۔ اہل مغرب یا مشرق بعید کے رہنے والے جب تجارت یا دولت میں ترقی کر گئے تو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے تجارت کے جو اصول اپنائے ہیں وہ وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی دنیا میں یہ اصول نہیں تھے۔ یہی قومیں تھیں یہی آبادی تھی یہی ملک تھے۔ یہ اصول نہیں تھے تو اگر کافر اپناتا ہے ترقی کرتا ہے تو مومن اپنائے گا تو کتنی ترقی کرے گا۔ کافر کو صرف دنیا میں ترقی ملتی ہے۔ مومن

اپنائے گا اسے دنیا بھی ملے گی، آخرت بھی ملے گی۔ جہاں دنیاوی رکاوٹیں آتی ہیں، وہ اس لئے آتی ہیں، عبادت روزی کمانے کے لئے، صحت بنانے کے لئے نہیں ہے۔ عبادت اس تعلق کو قائم رکھنے کے لئے ہے جو بندے کا اللہ کریم کے ساتھ ہے ساری عبادات کا حاصل یہ ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ط (سورۃ العنکبوت 45) عبادت الٰہی اللہ سے ایسا رشتہ پیدا کردیتی ہے، ایسی کیفیت آجاتی ہے کہ پھر اللہ کی نافرمانی کرنے کو جی نہیں کرتا۔ بندہ اطاعت گزار ہوجاتا ہے۔ بے حیائی اور برائی سے بچ جاتا ہے۔ اسے عبادت اور اجرت اور اس کا فوری ثواب ملتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کسی کو یہ خیال ہے کہ میں عبادت نہیں کرتا تو کوئی اللہ کی عبادت نہیں کرے گا تو اس کی تو بے شمار مخلوق ہے۔ ایک تو ارض وسما کی ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ یہ بھی تو عبادت ہے۔ پھر ایسی مخلوق اس نے بے شمار پیدا کردی ہے ایسے فرشتے پیدا کردیئے ہیں جن کا کام ہی عبادت کرنا ہے۔ تو اب اس سارے پس منظر میں ایک بندہ اپنی عبادت کو دیکھے تو اسکی حیثیت کیا بنتی ہے؟ اس آیۂ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو عبادت پر اترانا نہیں چاہیے۔ اعراض نہیں کرنا چاہیے۔ پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے کہ عبادت نہ کرنے میں اس کا اپنا نقصان ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆☆

قانون فطرت

قانون فطرت ہے اللہ کریم فرماتا ہے ظلم ہمیشہ غالب نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ اگر اللہ بندوں کے ہاتھوں بندوں کا دفاع نہ کرتا تو تمام عہد میں، تمام فرمانوں میں نصاریٰ کے زمانوں میں عیسائیوں کے معابد، موسیٰ کے زمانے میں ان کے دین کے معابد اور عہد اسلام میں مسلمانوں کی مساجد یہ سارے کچھ ویران ہوجاتے، گرادیئے جاتے، تباہ کردیئے جاتے۔ یہ اس لئے باقی رہتے ہیں کہ اللہ بندوں سے بندوں کا دفاع کرتا رہتا ہے جس طرح ہر دن کی انتہا شام ہوتی ہے اسی طرح ہر رات کی تاریکی کی انتہا بھی سحر پر ہوتی ہے۔ قوموں کے عروج وزوال بھی اسی طرح ہوتے ہیں۔ نیکی اور بدی اور صحت اور بیماری کے معاملات بھی ایسے ہی چلتے ہیں اگر نیکی نہیں رہتی تو برائی بھی ہمیشہ نہیں رہ سکے گی۔ اگر کفر کا غلبہ ہے اور مسلمان دنیا میں رسوا ہیں تو ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ کفر کے بھی جو ہیں ناز ونخرے یہ ٹوٹیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کون خوش نصیب ہوں گے جنہیں اللہ یہ سعادت نصیب فرمائے گا۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

سوال و جواب
جہاد بالنفس کیسے؟

امیر محمد اکرم اعوان

سوال 1: جہاد بالنفس کیسے؟

جواب: جہاد بالنفس تب تک ممکن نہیں جب تک کسی وجود کے اندر روحانی حیات موجود نہ ہو۔ جب تک روح زندہ نہ ہو۔ روح عالم امر سے ہے۔ اس میں جب حیات آتی ہے یا جوں جوں قوت آتی ہے ویسے ویسے صحت مندی نصیب ہوتی ہے زندہ ہونا ایک اور بات ہے۔ بے ہوش آدمی بھی زندہ ہوتا ہے ایک بیمار کمزور اور لاچار بھی زندہ ہوتا ہے ایک صحت مند آدمی بھی زندہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بے ہوش کی کوئی آرزو نہیں ہوگی۔ لاغر و کمزور کی آرزو بھی اس کی اپنی قوت اور طاقت کے مطابق ہوگی۔ صحت مند آدمی کی خواہش و آرزو اس کی حالت و طاقت کے مطابق ہوگی تو روح کو زندگی ملتی ہے نور ایمان سے صحت ملتی ہے، اتباع شریعت رسالت سے تو وہ مضبوط ہو جائے تو اس کی خواہشات نیکی، قرب الٰہی کی تلاش، اکل حلال اور عمل بالسنہ کی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ کسی کی قوت روحانی موجود نہ ہو اور وہ خواہشات نفس سے بالا ہو جائے اس کے لئے روحانی قوت کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ نفس کی قوت کے لئے تو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی اجزائے مادی سے وجود بنا ہے اور ان کے ملنے سے نفس پیدا ہوا۔ تو مادی غذا سے خواہ وہ حلال ہو یا حرام مادی لذت سے نفس مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ مضبوط ہوتا جاتا ہے تو اس کی خواہشات بھی مضبوط ہوتی جاتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اگر روح میں حیات ہو، قوت ہو، صحت ہو حلال غذا کھائی جائے، جائز امور سنت کے مطابق انجام دیئے جائیں اور زندگی کو اتباع رسالت ﷺ میں ڈھالا جائے جائز امور سنت کے مطابق انجام دیئے جائیں تو روح طاقتور ہوتی ہے۔ روح میں طاقت ہو تو پھر اس کی آرزوئیں اس کی خواہشات اپنے وطن کو واپسی اپنے مقام کو پانے کے لئے اور اس سے ترقی کرنا ہوتی ہے۔ وہ قرب الٰہی کا متلاشی ہوتا ہے اس کی لذتیں رضائے الٰہی میں ڈھل جاتی ہیں اور یوں یہ سلسلہ چل نکلتا ہے لیکن یہ زندگی بھر اور قدم قدم پر جہاد ہے۔ انسان فرشتہ نہیں بن جاتا جتنی بھی روحانی قوت اس کے پاس ہو پھر بھی وہ خطرے میں رہتا ہے کسی بھی وقت نفس کی کوئی خواہش غالب آسکتی ہے۔ تو جو لوگ اپنے نفس سے مجاہدہ کرتے ہیں جنہیں اللہ کریم توفیق دیتا ہے غلطی ہو بھی جائے تو اللہ کریم سے وہ معافی کے خواستگار ہوتے ہیں توبہ کرتے ہیں۔ رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور یہ بات اللہ کریم کو پسند ہے کہ انسان اپنی عاجزی کا اعتراف کرتا ہے اس سب کی بنیاد خلوص پر ہے اللہ سے اور کم از کم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے تو بندہ مخلص ہو۔ جب یہ بات بگڑتی ہے تو پھر یہ صورتیں حیلے حوالے کی پیدا ہوتی ہیں۔ بندہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے کرتوتوں کے لئے جواز پیدا کرتا رہے۔ اور مثالیں تلاش کرتا رہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کام تو غلط کر رہے ہوتے ہیں اور اس کے لئے جواز تلاش کرتے رہتے ہیں تو یہ ایک پرخطر اور پرپیچ راستہ ہے جو انسانی زندگی ہے۔ ظاہر ہے کہ منزلیں دو ہی ہیں

جنت یا جہنم اللہ کی رضا یا ناراضگی اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ جتنے امور قرب الٰہی کے لئے ہیں ان کا کرنا آسان ہے اور عین مزاج انسانی کے مطابق ہے۔ جتنے امور قرب الٰہی سے روکنے کے لئے ہیں وہ انسانی مزاج کے بھی خلاف ہیں۔خود کرنے والے کو بھی ان پر پشیمانی ہوتی ہے اسے بھی اچھے نہیں لگتے لیکن وقتی لذات کے لئے کرتا ہے تو یہ باتیں کرنا تو شاید بڑا سہل ہے عملاً اس طرح کرنے میں بڑی محنت لگتی ہے۔اسی محنت کو جہاد بالنفس کہا گیا ہے۔

دوسرا سوال: اگر کسی شخص کو دعوت دی جائے اور وہ گستاخانہ لہجے میں (react) کرے، ردعمل دے تو کیا کیا جائے؟

جواب:۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔اگر تو بات اپنی ذات کی ہو اپنی بڑائی منوانے کی ہو اور کوئی گستاخی کرے تو لڑائی ہی ہوگی۔لیکن اگر بات اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہو تو وہ پہنچانا ضروری ہے۔ آپ نے پہنچا دی آپ کا حق ادا ہو گیا اگر کوئی گستاخی کرتا ہے تو وہ جانے اس کا رب جانے۔ کیا بات پہنچانے میں کسی نے نبی کریم ﷺ سے گستاخی نہیں کی؟ تو جو گستاخی کرتے تھے ان کے ساتھ آپ ﷺ کا روّیہ کیا تھا؟ طائف والوں نے بے پناہ ایذا دی نبی کریم ﷺ کو شہر کے بچے اکٹھے کر کے پیچھے لگا دیئے۔ پتھر مارے، وجود اطہر زخمی ہو گیا حتیٰ کہ فرماتے ہیں اس طرح خون مبارک بہا کہ نعلین مبارک پاؤں کے ساتھ چمٹ گئے تھے مشکل سے اُتارے۔خود غضب الٰہی اس عمل کی سزا میں اس طرح سے بھڑکا کہ اللہ کریم نے اس فرشتے کو جو پہاڑوں پر مقرر ہے۔فرمایا ''انہوں نے میرے حبیب ﷺ پر پتھر پھینکے ہیں۔تم ان کے جواب میں یہ پہاڑ ان پر پھینک دو لیکن میرے حبیب ﷺ سے پوچھ لینا''۔ تو فرشتہ اجازت کا طالب ہوا۔تو آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا اللہ اس میری قوم کو تباہ کرنے کی بجائے ہدایت دے دے۔انہوں نے تیرے نبی کریم ﷺ کو نہیں مارا۔یہ جانتے ہی نہیں کہ میں تیرا نبی ﷺ ہوں۔ یہ اپنے ایک بھائی سے قریش کے ایک نوجوان سے لڑ رہے ہیں۔ یہ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ میں تیرا نبی ﷺ اور رسول ﷺ ہوں۔تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ آپ سے کوئی اچھی طرح سے نہیں سنتا تو اس کے لئے دعا کریں۔ یہاں تو پھر اپنی انانیت آجاتی ہے کہ میں نے کہا اور اس نے نہیں سنا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ میری بات یا آپ کی بات تو نہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام ہے آپ نے پہنچا دیا آپ کا حق ادا ہو گیا۔اب اس نے نہیں مانا تو وہ جانے اور پیغام دینے والا جانے۔ چونکہ وہ تو اللہ کا پیغام ہے اسے بھی ایک دن اس کی بارگاہ میں جانا ہے۔ بہت اچھی بات ہے کہ اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ اسے ہدایت دے دے۔مسنون طریقہ تو یہ ہے اور اگر اس میں اپنی انا شامل نہ ہو تو پھر طبیعت پر تکدر بھی نہیں آتا۔غصہ بھی نہیں آتا۔الحمد للہ ایک عالم کا سفر کیا ہے ایک دنیا سے بات کی ہے اور ہر طرح کے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے بڑے بڑے بے ڈھنگے، بیہودہ اعتراض ہیں فضول سی باتیں کی گئی ہیں۔لیکن اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ اس طرف کبھی خیال ہی نہیں گیا کہ اس نے کیا کہا چونکہ ہمارا مقصد اللہ اور اللہ کے رسول کی بات پہنچانا ہے، پہنچا دی تو حق ادا ہو گیا اللہ قبول فرمائے اگلا کیا reacet کرتا ہے وہ اس کا عمل ہے اور وہ بھی اللہ کریم کے سامنے ہے اللہ اسے معاف کر دے تو وہ غفور رحیم ہے۔نہ کرے تو مخلوق اس کی اپنی ہے وہ جانے اس کے بندے جانیں۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے دعا کی تھی اللہ اگر تو انہیں عذاب کرنا چاہے تو تیرے بندے ہیں۔ کسی کی اس میں کیا مداخلت ہے اور اگر تو انہیں بخش دے تو تیری رحمت کا بھی اندازہ نہیں۔ اگر اس تبلیغ میں اپنی انا شامل نہ ہو تو پھر یہ توفیق حاصل ہوتی ہے۔بعض اوقات ہم سے غلطی یہ ہو جاتی ہے کہ ہم فرق نہیں کر سکتے کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں یا اپنا آپ منوانے کے لئے

کر رہے ہیں۔ یہ بڑا نازک سا فرق ہوتا ہے بندے کو محسوس ہوتا ہے کہ میں نے بات کی اس نے میری بات نہیں سنی میری توہین ہوگئی۔ تمہاری توہین کیسے ہوگئی تم کوئی ذاتی بات منوانا چاہتے تھے۔ یا ذاتی کام نکالنا چاہتے تھے تمہارا کوئی اس پہ احسان تھا اس نے بات نہیں سنی گویا اس نے احسان کا بدلہ نہیں دیا۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ اللہ کی مخلوق ہے آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پیغام کے پہنچانے میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے انسان کے لب و لہجے میں، بات کرنے میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ دنیا میں فرعون بہت ظالم بھی تھا ظلم میں اس کا نام مثال بن گیا ہے اور ذاتی انا میں کسی میں اکڑ پیدا ہوجائے تو کہتے ہیں یہ فرعون بن گیا۔ فرعون مثال بن گیا۔ اللہ کریم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ دو انبیاءؑ کو اس کے پاس پیغام دے کر بھیجا۔ موسیٰؑ تیز مزاج کے آدمی تھے۔ تلقین فرمائی **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا** (سورۃ طٰہٰ آیت 44) دیکھیں وہ گستاخ ہے، اکڑا ہوا ہے، خود اللہ فرماتا ہے کہ فرعون زمین پر بہت اکڑ گیا تھا خود کو کچھ سمجھتا تھا لیکن فرمایا آپؑ اس کے ساتھ بہت دھیمے اور نرم لہجے میں بات کریں۔ آپؑ نے کوئی اپنا آپ تو نہیں منوانا، خود کو اس پر مسلط نہیں کرنا۔ اللہ کا پیغام دینا ہے۔ کل کو میدان حشر میں وہ یہ نہ کہے کہ اس نے بات ہی اس طرح سے کی تھی کہ مجھے غصہ آگیا۔ اسے بات کرنے کی تمیز نہیں تھی۔ اپنے انبیاءؑ کو فرمایا **فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا** (سورۃ طٰہٰ آیت 44) بہت نرم دھیمے لہجے میں اور بھلائی کے انداز میں بات کرنا۔ تو دینی تبلیغ کی بنیاد خلوص دل ہے دوسرے کی بھلائی چاہنا ہے اس میں بڑا احساس سا تھوڑا سا فرق ہے۔ اپنی بات منوانا چاہتے ہیں اسے فتح کرنا چاہتے ہیں یا اس کی بھلائی چاہتے ہیں کہ اس کی بہتری ہوجائے۔ تو اکثر ہم تبلیغ کے روپ میں اپنے آپ کو دوسروں پر اعلیٰ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میں بہت نیک ہوں یہ بہت برا آدمی ہے۔ تو میں والی بات آگئی پھر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات تو نہ رہی پھر میں آگئی خلوص دل سے بھلائی چاہنا ہی تبلیغ کی بنیاد ہے۔ اس کے بعد اگر وہ گستاخی کرتا ہے تو اس کا معاملہ اسکے اللہ کے ساتھ ہے۔ چونکہ آپ کا ذاتی تو کچھ تھا نہیں آپ نے اپنا ذاتی تو کچھ منوانا نہیں تھا۔ آپ اپنی بات اس پر مسلط نہیں کرنا چاہتے تھے پھر وہ گستاخی بھی کرے، یا وہ مانے، یا نہ مانے تو دکھ نہیں ہوتا۔ یہ احساس ہوتا ہے کہ بیوقوف آدمی تھا میں اس کا بھلا کر رہا ہوں یہ نہیں چاہتا تو نہ کرے۔ نقصان ہوگا تو اس کا ہوگا۔ میں کیوں خوامخواہ چڑتا رہوں۔ تو اس طرح کا ردعمل انسان میں پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے میری توہین کی۔ میری توہین کہاں ہوئی۔ میرا تو اس میں کچھ تھا ہی نہیں تو میری توہین کہاں سے ہوگئی۔ ایک بیمار ہے، اس کی بھلائی کے لئے آپ اسکو دوا دینا چاہتے ہیں کہ شفا ہوجائے اور وہ پیالہ ہی توڑ کر پھینک دے تو خود بھگتے گا آپ کا اس میں کیا گیا؟ یا ڈاکٹر کا اس میں کیا گیا؟ وہ نہیں دوائی لینا چاہتا نہ لے بھگت لے گا تو بات کرنے والے کو دیکھنا چاہیے کہ اس کے لئے اپنے دل میں کتنا خلوص ہے؟ دوسرے کی بھلائی کے لئے کر رہا ہے یا اپنی بات اس سے منوانے کے لئے کر رہا ہے؟ بظاہر باتیں دو ہیں۔ بظاہر چھوٹا سا فاصلہ ہے، فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ تو اگر اگلے نے اچھا جواب نہیں دیا اور آپ کو غصہ آگیا تو پھر آپ اللہ کریم کی بات نہیں پہنچا رہے تھے۔ آپ اپنی بات منوانا چاہتے تھے۔ خود کو اس سے برتر ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس نے مسترد کر دیا آپکو غصہ آگیا۔ اگر بات اللہ کی تھی تو پھر آپ کے دل میں جذبۂ رحم پیدا ہوگا کہ اللہ اس پر رحم کرے، بڑی غلطی کر رہا ہے اللہ کی بات کو ٹھکرا رہا ہے تو یہ صورتیں ہوتی ہیں۔ اللہ کریم توفیق دے، توفیق عمل دے۔ یاد رکھیں خلوص بنیاد ہے ہر عبادت میں ہر نیک کام میں راستے کے ہر قدم میں اللہ کریم خلوص دل اور خلوص عمل عطا کرے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

چراغِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم ﷺ نے ایک طویل حدیث میں کچھ ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جو انسانی زندگی کو پرسکون بناتی ہیں اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں اور کچھ باتیں ایسی ہیں جو انسان کی ہلاکت کا باعث بنتی ہیں۔اس دوسری قسم میں سے ایک عادت خود پسندی کی ہے آج کی مجلس میں اسی پر گفتگو ہوگی۔

خود پسندی ایک بیماری ہے اور ہر بیماری کی اصل اور جڑ ضرور ہوا کرتی ہے اسی لئے اطباء کہتے ہیں کہ ایک تو اصل مرض ہوتا ہے اور ایک اس کی علامات قابل اور ماہر طبیب علامات سے مرض کی تشخیص کرتا ہے مگر علاج اصل مرض کا کرتا ہے جس سے علامات خود بخود زائل ہوجاتی ہیں۔

خود پسندی ایک لحاظ سے مرض نہیں بلکہ مرض کی علامات میں سے ہے اصل مرض کی نشاندہی فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ایسی خواہش ہے جس کا انسان تابع اور غلام بن کر رہ جائے۔

خواہشات کی غلامی ایسا مرض ہے جس کی ہلاکت آفرینیوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد ربانی ہے۔

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾ (سورۃ الجاثیہ)

"یعنی کیا تم نے ایسے شخص کی حالت نہیں دیکھی جو خواہشات کا بندہ بن کر رہ گیا اور خواہشات کو اپنا معبود بنالیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم جو ہدایت کا ذریعہ ہے وہ اس کے لئے گمراہی کا سبب بن گیا اس نے کانوں سے ہدایت کی بات سننا گوارا نہ کیا۔ اس کا قلب ہدایت کی بات قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا اور اس کی بینائی ہدایت کو پہچاننے سے جواب دے گئی۔ ایسے شخص کو ہدایت سے کیا واسطہ رہ گیا۔

خود پسندی دراصل خواہشات کی غلامی کے مہلک مرض کی ایک علامت ہے خود پسندی کا میدان بڑا وسیع ہے اتنا وسیع کہ پوری زندگی اور زندگی کے ہر پہلو پر اسکا تسلط ہوجاتا ہے۔ خود پسندی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ:

1۔ انسان یہ یقین کرلے کہ اس کی عقل اور سوچ معیاری ہے۔ بلکہ وہ عقل کل ہے اس کے مقابلے میں کوئی نظریہ، کوئی عقیدہ، کوئی فلسفہ قابل التفات ہی نہیں۔

2۔ اس کی عملی زندگی اور اس کے طور طریقے نہایت پسندیدہ اور معیاری ہیں اس کے مقابلے میں ہر عمل اور عمل کی صورت ہیچ اور پوچ ہے۔

3۔ اگر وہ ادیب ہے تو یہ حق صرف اسی کو حاصل ہے کہ اس کی تحریر پر واہ واہ کا شور اٹھے۔

4۔ اگر وہ مقرر ہے تو صرف وہی اس کا اہل ہے کہ اسے طوطی ہزار اور سحبانِ زمانہ سمجھا جائے۔

5۔ اگر وہ سیاس ہے تو ضروری ہے کہ کوئی سیاسی شخصیت اس کے

انکار سے اختلاف کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

6۔ اگر وہ عالم ہے تو دنیا بھر کے علماء کا فرض ہے کہ اس کے نام کا کلمہ پڑھیں۔

7۔ اگر وہ زاہد و عابد ہے تو زہد و تقویٰ میں کوئی اس کی نظیر نہ لا ئی جا سکے۔

8۔ اگر وہ مالدار ہے تو تمام اہل ثروت کا فرض ہے کہ اسے فرشی سلام کریں۔

9۔ اگر وہ حکمران ہے تو دنیا کو تسلیم کرنا چاہیے کہ ایسا حکمران اس سے پہلے نہ کوئی ہوا ہے نہ آئندہ ایسا ہونے کا امکان ہے بلکہ جب وہ نہیں رہے گا تو ہمالیہ روئے گا۔

غرض زندگی کے جس شعبے میں دیکھو خود پسند آدمی کا یہ پختہ یقین ہوتا ہے کہ ہچو ما دیگرے نیست گو حقیقت میں یہ یقین نہیں بلکہ وہم محض ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتابچہ لکھا ہے "الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین" جس میں انہوں نے ثابت کیا کہ زندگی کے ہر شعبے میں ایسے لوگ ملتے ہیں اور بکثرت ملتے ہیں جو اس دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم ہی ہم ہیں اور کوئی نہیں۔

قرآن حکیم نے نوع انسانیت میں جاری و ساری ایک قانون کی نشاندہی فرمائی ہے کہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (سورۃ یوسف آیت 76) کہ بنی نوع انسان میں ایک سے ایک بڑھ کر کامل موجود ہے خود پسند آدمی اول تو عملاً اس قانون کی نفی کرتا ہے کہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان میں سوائے انبیاءؑ کے کوئی نہ کوئی کمزوری اور خامی ہوتی ہے اور کمزوری کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کا احساس ہو کہ مجھ میں کمزوری ہے پھر اس کو رفع کرنے کا ارادہ ہو پھر اس کی عملی تدبیر کرے اور خود پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اندر کسی کمزوری کا خیال تک نہ گزرے۔ اور ایسا شخص جو خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو کبھی اپنی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی بیان کردہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ اس کا قلب اس کی سماعت اور اس کی بصارت پر مہر کر دی جاتی ہے کہ اس کا کوئی نقص دور نہیں ہو سکتا اور کوئی خوبی اس کے اندر پیدا نہیں ہو سکتی۔

خود پسندی جب اور ترقی کرتی ہے تو آدمی اپنے خالق کے مقابلے میں بھی اکڑنے اور اترانے لگتا ہے حتیٰ کہ وہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ میری لوح مزار پر لکھ دینا کہ میں بڑا صاحب کمال ہوں یا خدا۔

غور سے دیکھا جائے کہ پوری دنیا میں جو فتنہ و فساد جو بدامنی اور بے اطمینانی جو لڑائی جھگڑے، جو دشمنی اور درندگی اس وقت پھیلی ہوئی ہے اس کی اصل کا سراغ لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی باگ ڈور لازماً کسی ایسی شخصیت کے ہاتھ میں ہوگی جو خود پسندی کے مرض میں درجہ کمال تک پہنچا ہوگا۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

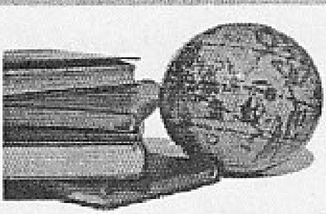

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)

داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1

پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)

شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

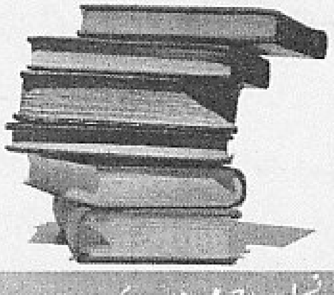

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

by the mother, family, school, teachers and books. We become experts on various sciences. Some become scientists other doctors or professors, we do research on every point of the body but the "ruh" remains hidden from us while being in the body. This is because in this world the body is directly responsible and the" ruh" is such subservient to it. We take good care of our body, feed it with the best food make it sleep on soft bedding and give it good medical treatment when ill. But when its time is over it perishes on the way. Death may befall it while sitting at home. We do not know when it will fall apart though we spend our life looking after it and do not bother to think about the" ruh" inside it as to what is its value and who can tell us about" ruh"? If we look at the entire universe we find a big question that it is such a complicated and delicate system whereby every particle is united with another so strongly that it is impossible to bring them apart. Who is the creator, and sustainer of this system? The answer to these realities was given through HIS beloved prophet (SAW). Allah says I am the one who has sent down HIS messenger with guidance and true faith! Quran tells us at various occasions the divine favours and bounties and says 'Allah is the one who created you and created so many bounties for you' but here Allah has introduced Himself as the One who has sent His messenger Muhammad (SAW).

The fourth type of creation i.e man, has a peculiar characteristic as only it has been granted the capacity to ask the question as to who is the creator of the universe? Because of this characteristic it excelled from the entire universe as no other creation can ask this question," Neither the Jinn nor the angels so much so that the angel holding the "Arsh" too only obey orders they can't think or question as to who the master is? What is He like? Where is He? Only human beings have been given this capacity and therefore they have a great responsibility. Allah tells us that He did not hide it from His others creations the capacity he gave to man.

"Verily we offer the trust to heaven and the earth and the mountains but they declined to bear it and shrank from it, but man under took it, truly he was very sinful, very foolish and ignorant" 72;33

This ayah calls man as ignorant in the sense that it claimed to know what he did not know. Generally, ignorant is a person who can't read and write. Indeed ignorant is a person who claims to know what he does not know. Man has ignorance and is also very hasty and impulsive, that out of sheer impulsiveness and hastiness he does what he is not supposed to do. ظلوماً means he does what he should not have done so man in his hastiness and ignorance asked Allah to give it to him. So Allah gave him the trust and thus he found the blessing of divine cognition.

A person who never asks himself a question as to who is the one who created him, and where has he come from, where is he heading, means he has not reached human level. He is like animals who only care for food, shelter and procreation, fall ill and die. In spite of being human he has not stepped into humanity. Any one stepping into humanity will ask who is my creator. Where is he? For those asking these questions Allah gave the answer, that it is Him and all the questions will be answered by Prophet Muhammad (SAW). Knowing Allah is only possible through the Holy Prophet (SAW) as to Who is the creator? What is human being? What are its responsibilities? Where it is coming from and where it is going? All these questions can only be answered by the Holy Prophet (SAW). Before the annunciation of the Holy Prophet (SAW) no philosopher intellectual wizard could answer these questions. The beloved Prophet (SAW) gave a comprehensive answer in two sentences لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(To be Continued)

very long time scientists negated the presence of "rooh" (soul) . It was only when human organ transplant research was done scientists had to accept that there is "rooh" (soul) . Because when dead person's eyes were implanted into a living person he began to see so it was understood that the living person has something which the dead no longer has. But the questions as to from where the "rooh" (soul) comes and where it returns are beyond the scope of intellectuals and scientists. Human research is limited to the tangible things and human body, their functioning and properties. But who made human being? Why did it perish? Where did it go after perishing? Why was it brought to life in first place? What was its' duty here? The answers to these questions were given by all the Prophets and Messengers of ALLAH in their time. Through the HOLY PROPHET (S.A.W) ALLAH gave all the answers in the statement that 'I am the creator. Who is eternal, whose grace is unlimited and so is HIS omnipotence. I grant life to each particle and I give death to everything . I have kept a purpose of creation for every creation. Every particle is assigned with a duty and when they perish they shall return to ME for answering as to how they did their duty? Higher the status the more responsibility it has. Everything within the universe is made responsible, every breeze of air is responsible, every drop of rain is responsible , every straw, petal trees and stones are responsible in their own capacity. But these creations don't have a choice to exercise, they perform the duty for which they have been created. They have no choice to refuse. Then comes the creation which has been given the choice to perform its duty or to do otherwise. This creation is of 4 types; firstly the Angels, made of light, have no needs like hunger etc. and they do not have the power to refuse. They obey the orders they get. They are piety personified.

Secondly the Satans which though are Jinn but have a separate identity .After Iblees refused to obey Allah, it was cursed, hence it can no longer do any good. Just as the Angels can't do wrong Iblees and it's progeny can't do right.

Thirdly are the Jinn. Quran tells us that if they are obedient to Allah they will be saved from the wrath. But they are not forever because no where is it said that they will enter"Jannah"Paradise. They have a temporary life the ones going to hell will stay there proportionate to their denial. The ones who will be forgiven will be made extinct. Those who will be punished will be eventually finished no matter how long they are punished. The fourth creation is human beings, a masterpiece of Allah's omnipotence for which Allah says we created man in a most beautiful manner. Man is such a unique creation, its body is physical and "rooh" (soul) is made of light. The human body is material made of fire, water, dust and air. When these four things are combined human soul or "nafs" comes into being, and the "rooh" comes into this material body from the realm of command. "Rooh" is extremely subtle and pure while the matter is extremely diverse and impure. Because of "rooh" it is possible for a human being to acquire Allah's cognition as a result of which he can lead a peaceful life. How was this "rooh" (soul) united with matter? This is beyond human understanding. The Quran says "and they ask you regarding the "rooh" say you: it is only the command of my Rabb, and of knowledge you have been given only a little." 85:17

The realm of command begins where the realm of creation ends. To HIM belongs the realm of command and realm of creation. 'Command' is a divine attribute when all the creations and "Arsh" end, the realm of command begins. Since the realm of command is from divine attribute there is no weakness, old age or death associated with it. It has permanence because divine attributes have permanence.

The human body was made of material components which would disintegrate, but with admission of "rooh" it was also granted permanence. We don't hear the voice of "rooh" then how do we know what it is like? What are its needs? We feel the needs of our physical body. These are taught

ANNUNCIATION OF THE PROPHET (SAW)

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan
Monthly Ijtimah- March 2010

Every thing in the universe follows its pattern as programmed by ALLAH and this journey continues every moment So many things present today were not there yesterday while so many were present yesterday but not today .So many people which were present yesterday are not even remembered and so many people not found before are seen in this world today. This is such a continuous process which cannot be accounted for as to how many people are born and how many die. There are so many other creations of ALLAH beside human beings; from grass to tall trees, insects to huge beasts all part of a grand system in which the process of creation continues every second.

The infidels said," when a person dies and is reduced to dust how can he be raised again"?

Quran gives a brief answer to this; it says *"have you not seen ALLAH's creativity? The things which did not exist come into existence .Who creates them ? Ever since the creation of the universe till to day who is running this continuous system?"*

First of all this universe was made and the first creation to inhabit it were Jinns two thousand years before HAZRAT ADAM's(AS) arrival. Before the creation of Jinn and HAZRAT ADAM(AS) the universe was created in a sequence whereby in two days ALLAH made the sky and all its inhabitants and in four days HE made the earth and all its' features e.g. rivers, craves, mountains, cascades, trees and stones and other inhabitants. Point to ponder is that Allah can create everything simultaneously in a second for when HE plans to do something HE simply commands it to be and it happens,then what is the wisdom in taking so much time in creating the universe?

In this all ALLAH has kept a rule that every thing will happen as a result of an action, because HE has made this world a place of action while things will happen due to employment of causes. HIS omnipotence too follows this rule though HE is not bound by anyone. HE created prophet ISSA (A.S) without a father but not without a cause. HE sent HAZRAT JIBRAIL to blow unto HAZRAT Maryam (a.s). Although the process of procreation is a natural process not dependent on any blowing but since HAZRAT ISSA's birth was as a sign of His Omnipotence and this was in this world of causes and effects where obvious means have to be deployed. Hence he made JIBRAIL's blow (ﭖ) as the obvious cause.

This world is a world of causes and effects , People and things come in to existence , perform their roles and pass away but where do they go?

This is a strange question to which little contemplation is given. It seems as if this universe is falling down like a waterfall into an abyss and thus beyond our vision. Where is it going?

This question could not be answered by any philosopher or scientist. The prophets of ALLAH alone gave answer to not only this question but they also told that from where the creation was coming. Science is a powerful knowledge and based on experimentation and research. Much beneficial work is done. But the height of scientific research only discuss as the various stages of the development of the human embryo but from where does th "rooh" (soul) come and where does it go after death or as to what is "rooh" (soul) are questions to which science has no answer. Infact till a

ability in the Qalb of a seeker to start his journey on the Path (Sulook). The Tawajjuh of only an accomplished Shaikh will have the strength to influence the Quloob and it is not the job of every Tom, Dick or Harry. *This is a Blessing from Allah. He grants it to whom He pleases.* (al-Ma'idah:54)

The object of giving Tawajjuh is to reform the inner self. However, to have effect, the Qalb of the devotee should also be receptive, otherwise the Tawajjuh of an accomplished Shaikh will be as ineffective as the rain falling on a barren cliff. This inner strength or Tawajjuh of a Shaikh is, in reality, a reflection of Prophetic blessings. The effect of the Holy Prophet[-saws-]'s company was such that the Quloob (plural of Qalb - hearts) of all those who presented themselves before him, were illuminated by his one glance and they attained the office of Sahabiyyat (Companionship), which is the highest rank in Wilayah. Likewise, the company of the Companions made their visitor a 'Tabai', and those who met the 'Tabaien' became Taba Tabaien and this treasure has continuously been distributed by the Aulia **Allah**. Anyone who connected himself with some source of these Prophetic blessings was rewarded with a due share of these blessings, proportionate with his capacity. The various schools set up by the Aulia, where these blessings from the Holy Prophet[-saws] are distributed, are called Salasil-e Tasawwuf (Sufi Orders).

Sufi Orders

Every Sufi Order one looks at, Naqshbandi, Qadri, Suharwardi or Chishti, all have a continuous Chain of Aulia Allah at their back. The real source of beneficence is the personage of the Holy Prophet[-saws], whose one look illuminated the Quloob of his Companions. From them, these Prophetic blessings reached the Quloob of Tabaein, from them to the Taba Tabaein, and this transmission of Prophetic blessings is ever continuous through the Men of Allah! It is as if a Lamp is lighting up other Quloob, which in turn light up millions more. Wherever an illuminated Qalb is to be found today, its light derives itself from that radiated light, whose fountainhead is the Qalb of the Holy Prophet[-saws], and in-between is a Chain of Companions, Tabaien, Taba Tabaien and the Orders of the Aulia Allah, that serve to reflect this light onto this Qalb. All other Sufi Orders reach up to Hadhrat Ali[-rau], whereas the Naqshbandi Order is the only Sufi Order to trace its spiritual lineage (Silsilah) to the Holy Prophet[-saws] through Hadhrat Abu Bakar Siddiq[-rau], who is the first link in this Chain.

There is an Order within the Naqshbandiah Order in which the spiritual chain is continuous, but sometimes a distance of centuries separates the Shaikh and the Salik (student). There is no restriction of being contemporaries or of a physical meeting for the transfer of beneficence, just as Hadhrat Owais[-rua] spiritually received beneficence from the Holy Prophet[-saws] without attending his[saws] august presence. As the manner of reception of beneficence in this Silsilah is similar to that of Hadhrat Owais[-rua] of Qarn, this Silsilah is called the Owaisiah Order.

Hadhrat Ji[-rua]'s spiritual training also was through the Owaisiah method. The dweller in the grave was the Shaikh of the Owaisiah Silsilah, Hadhrat Sultan al Arifeen Khawajah Allah Din Madni[-rua], whose direct Tawajjuh and guidance initiated Hadhrat Ji[-rua] on the path of Tasawwuf and the intermediary between the two was no less than the spiritual personality of Hadhrat Maulana Abdur Raheem[-rua].

(To be Continued)

knowledge.

Method of Zikr

Zikr of 'Ism-e Zaat' (Personal Name) by the method of 'Pas Anfaas' (guarding every breath): the word **Allah** is to be repeated in the heart with such constancy that no breath is empty of this Name, that is, Zikr-e Qalbi should continue with every breath. With complete concentration and attention, every breath should be so controlled that when breath is inhaled the word '**Allah**' is silently taken in till it penetrates the depths of the heart. When the breath is expelled the word 'Hoo' is exhaled with the breath, forcefully striking the Qalb. This creates a rhythm of '**Allah** Hoo' in every breath. In the beginning, every breath should be consciously guarded so as to initiate the Zikr of '**Allah** Hoo' in the Qalb. This process of guarding the breath is known as Pas Anfaas. During Zikr the breathing should be fast and vigorous, accompanied by a rocking movement of the body that starts automatically with fast breathing. No breath should be empty of Zikr, attention should remain focussed on the heart and there should be no break in Zikr.

After doing Zikr vigorously for some time, normal breathing is restored again taking care that attention remains focussed on the Qalb. The condition of Pas Anfaas should continue, that is no breath should be without Zikr. After doing Zikr of **Allah** Hoo consciously for some time, it will be noticed that Qalb has started saying **Allah** Hoo by itself. By doing Zikr consistently for some days, a time will come when the Qalb assumes this 'Wazifah' (regular recitation) and each heartbeat automatically and involuntarily vibrates with 'Allah Hoo'. This condition is called 'Zikr-e Dawam'. The Sufi parlance for this condition is 'Qalb Jaari hona' (initiation of the heart). This excellence cannot be achieved only through effort and hard work, but most importantly, one needs to become a sincere devotee of an accomplished Sufi Master.

Let us try and visualize Hadhrat Ji[rua] seated by the side of the grave and about to begin his first lesson. Sitting on the left, with the two Masha'ikh on his right, the Zikr of 'Allah Hoo Allah Hoo' is initiated by the method of Pas Anfaas. During Zikr, the Shaikh in the grave keeps his Tawajjuh (spiritual attention) focussed on the Qalb of his illustrious student. During this whole process it is this Tawajjuh that has an effective and decisive role, described so aptly in the words of a poet:
'A single glance from a Man of God can change Destiny.'

Tawajjuh (Spiritual Attention)

The first lesson in the Cave of Hira began with the word "Read!" but the Holy Prophet[saws]'s answer to Hadhrat Jibreel[as] was that he could not read. Hadhrat Jibreel[as] pressed the Holy Prophet[saws] tightly to his bosom and released him saying, "Read". Again the Holy Prophet[saws] gave the same answer. Hadhrat Jibreel[as] pressed the Holy Prophet[saws] tightly to his bosom for the third time and completed the transfer of the True Message from Iqra to Ma lum y'alum. This was the first Revelation! The clutching and pressing was repeated three times and thereafter the Holy Prophet[saws] could read and thus began the Revelation - The Quran, which continued for 23 years. The Mufassireen (interpreters of the Holy Quran) have respectfully and carefully admitted that the meaning of this thrice-repeated action is known to **Allah**[swt] alone; however, in accordance with this Sunnah, the Aulia dispense Tawajjuh three times on their students.

Tawajjuh is the force that prepares the Qalb of a student of Tariqah School to receive spiritual beneficence. It is impossible to gauge the meaning of Tasawwuf and Sulook by the scales of intellect and wisdom. This is a school where Qalb is the student and receives its lessons through the process of reflection and focussing. The source of Tawajjuh is the Qalb of a Shaikh and its focal point is the Qalb of a seeker. Dispensing the Tawajjuh three times (by the Shaikh) develops an

HAYAT-E TAYYEBAH
(A Life Pure and Noble)
Chapter 3
Remaining from April

Qalb

Heart is a lump of flesh in the human body that keeps a person alive, a small pump whose beat keeps blood flowing in the veins, and when it stops, life comes to an end. Heart is the foremost vital organ of the body and life is dependent upon its beat; likewise when Rooh is mentioned, it would be the Qalb rather than the (physical) heart that would be referred to. Qalb is its most vital of all its organs; Qalb, Rooh, Sirri, Khaffi, and Akhfa. Qalb has been mentioned in a different manner in the Holy Quran. It is a subtle body that has the capacity to hear and see just like the ears and eyes of the body. It is conscious, has the ability to contemplate, to reason, and it is the seat of Iman (faith). An enlightened Qalb is so sparklingly bright that the sun pales before it. It converses with **Allah**[swt], sees with His Noor (Light) and finally becomes a residence for Him. However, a life of disobedience to **Allah**[swt] blackens the Qalb and if disobedience crosses over to disbelief, a seal is stamped on it. These cannot be the acts of a mere lump of flesh. When a Qalb that can receive Divine Lights and retain Prophetic blessings is mentioned, it would denote the Latifah (subtlety) Qalb, subtler than the flesh and veins, and beyond the confines of the physical. Apparently, the seat of Qalb is the beating lump of flesh located on the left side of a man's chest, but its resident is the Latifah Qalb, the only valid currency on the Day of Judgment.

The day whereon neither wealth nor sons will avail, but only he will prosper that brings to Allah a sound heart. (ash-Shu'araa:88- 89)

The Holy Prophet[saws] said, "In the human body there is an organ; if it is healthy the whole body remains healthy but if it gets diseased the whole body gets diseased. Lo that is the Qalb." When Qalb is illuminated a person is reformed, but if it is corrupted the life gets ruined and one starts indulging in evil deeds. A Qalb is refined only by Allah's Name, it is reformed only by His remembrance and it is illuminated only by His Light, to the extent that its every beat, love and emotions get reserved only for **Allah**[swt]. This stage is reached only when Latifah Qalb has been initiated, and this condition can only be achieved through Zikr-e Qalbi.

Zikr-e Qalbi and Hadhrat Ji[rua]

Zikr-e Qalbi is the first lesson that is taught in school of Tasawwuf (mysticism), and what a school Hadhrat Ji[rua] had! On the western bank of the Chenab River, about 8 kilometres away from the motorway bridge was a dense thicket of Acacia and other trees. Next to this was the old riverbed, which filled over when the river was in flood and acted as a lake for the rest of the year. Until a few years ago, the thicket was still standing but now the land has come under cultivation, however the lake is still there. On the banks of this lake nestling under the shade of the trees was a grave. This was Hadhrat Ji[rua]'s school, where he was being taught a new subject after his external religious

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

Al-Murshid

MONTHLY

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِى الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

Certainly Qiamat will not be established till there remains in the world even a single person who remembers Allah.

May 2010

To want to give up our wishes in exchange of obedience to the Prophet(S.A.W), is what khuloos (devotion) is.

Ameer Muhammad Akram Awan

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE